بجٹ تقریر 14-2013

محمد اسحاق ڈار

وفاقی وزیر برائے خزانہ، مالیات، اقتصادی امور،

شماریات اورنجکاری

قومی اسمبلی 12 جون2013

☆☆☆

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

☆☆☆☆

حصہ اول

جناب سپیکر!

1۔ آج میں جب نئی منتخب حکومت کا پہلا بجٹ اس ایوان کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تو میں اللہ تعالی کا بے پناہ شکر گزار ہوں کہ اس نے یہ اعزاز مجھے عطا فرمایا ہے۔ یہ صرف ایک بجٹ کے پیش کرنے کا موقع نہیں بلکہ یہ ملک میں پر امن انتقال اقتدار کا لمحہ ہے جب ایک منتخب حکومت اپنی مدت کی تکمیل کے بعد اور ملک میں انتخابات کے انعقاد کے بعد ایک نئی جمہوری حکومت اپنی ذمہ داریاں سنبھال چکی ہے۔ہماری قوم بجا طور پر اس بات پر فخر کر سکتی ہے کہ یہ ایک قدم ملک میں

جمہوری عمل کے تسلسل میں ایک بڑا فاصلہ طے کر رہا ہے۔

2۔ جیسا کہ جناب وزیراعظم نے قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ملک میں ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔ اور اس دور کے لیے انہوں نے امید اور بہتر توقعات کا پیغام دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستانی قوم صلاحیتوں کے اعتبار سے دنیا کی کسی بھی قوم سے کم نہیں۔ اور یہ کہ ہماری منزل سوائے ترقی کے اور کچھ نہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اُن کی قیادت میں یہ قوم ایک نئی دنیا کی طرف آگے بڑھے گی جہاں پاکستان اقوام عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرے گا۔ اپنی عزت اور شناخت کو منوائے گا۔ انشاء اللہ

3۔ معیشت کے سلسلے میں جناب وزیراعظم نے اصلاحات کے ایک جامع پروگرام کا اعلان کیا جو اِس کو ایک نئی جلا بخشے گا۔ ترقی کے عمل کو تیز تر کرے گا۔ قیمتوں میں استحکام پیدا کرے گا۔ نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور ملک میں نہایت ضروری انفراسٹرکچر کی تعمیر کرے گا۔

جناب سپیکر!

4۔ لیکن میرے پر جوش جذبات اور احساسات اس وقت سرد پڑ جاتے ہیں جب میں آج کی ٹوٹی پھوٹی معیشت کو دیکھتا ہوں جو ہمیں ورثے میں ملی۔ معاشی ترقی سے قیمتوں تک محصولات سے اخراجات تک، مجموعی قرضے (Public Debt) سے گردشی قرضے (Circular Debt) تک، Monetary Expansion سے Mark up کی شرح تک، زرِمبادلہ کی شرح سے زرِمبادلہ کے زخائر تک، اور بیرونی ادائیگیوں کے توازن میں استحکام تک، کاش کوئی ایسا کارکردگی کا اشاریہ ہوتا جس کے متعلق میں یہ کہہ سکتا کہ اِس معیشت کی دیکھ بھال بہترین قومی مفاد میں کی گئی۔ درحقیقت دیکھ بھال کا عمل موجود ہی نہیں تھا اور یوں لگتا ہے کہ معیشت کا نظام Autopilot پر چل رہا تھا اور

جو کچھ بھی معیشت میں مضبوطی اور کمزوریاں تھیں، وہ اپنے طور پر عمل پذیر تھیں۔اور پالیسی سازی کا اُس کی کارکردگی میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ ایک جمہوری حکومت کے لیے ایسا ورثہ پیچھے چھوڑنا سیاست دانوں کے باب میں کوئی اچھا بیان نہیں۔ اس تناظر میں اگر ہم دیکھیں تو حالیہ انتخابات کے نتائج عوامی احتساب کا عمل تھا اور اُنہوں نے ایک واضح فیصلہ دے کر یہ طے کر دیا کہ گذشتہ پانچ سال کی کارکردگی اُنہیں قابل قبول نہیں۔

جناب سپیکر!

5۔ میں اس ایوان کے سامنے چند اہم Indicators کو رکھنا چاہتا ہوں تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ گذشتہ پانچ سالوں میں معیشت کی کارکردگی کس زبوں حالی کا شکار رہی۔

(1) پانچ سالوں میں اوسطاً شرح نمو (Growth Rate) 3 فیصد سے کم رہی ہے جو ہماری استعداد سے بہت کم ہے۔ اگر آبادی میں اضافے کی شرح کو سامنے رکھا جائے جو تقریباً 2 فیصد ہے تو اوسطاً ہماری فی کس آمدنی میں 1 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ جو کسی طرح بھی اطمینان بخش نہیں۔

(2) افراطِ زر(Inflation) کی اوسطاً شرح 13 فیصد رہی جس کی پچھلی چار دہائیوں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

(3) شرحِ مبادلہ جو تقریباً 62 روپے فی ڈالر تھی وہ اب 100 روپے فی ڈالر ہو گئی ہے۔جو کہ 60 فیصد کی خطیر کمی ہے۔

(4) سٹیٹ بنک کے پاس زرمبادلہ کے ذخائر جو 11.1 ارب ڈالر تھے وہ کم ہو کر 6.3 ارب ڈالر رہ گئے ہیں، اس کے باوجودکہ گذشتہ حکومت نے IMF سے بھی ایک خطیر قرضہ لیا۔

(5) گردشی قرضہ (Circular Debt) کسی قابل ذکر مقدار میں موجود نہیں تھا۔جبکہ آج اور باوجود اس کے کہ 1481 ارب روپے کی Tariff Subsidies ادا کی

گئیں۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ 503 ارب روپے کے گردشی قرضے (Circular Debt) ہمارے بجلی کے نظام اور سرکاری مالیات کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

(6) بجٹ کا اوسط خسارہ پچھلے پانچ سال میں 7 فیصد رہا جس کی ماضی قریب کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

(7) ملک کا مجموعی قرضہ (Public Debt) 31 مارچ 2008ء کو 5,602 ارب روپے تھا۔ جس کی متوقع مقدار 30 جون 2013ء کو 14,284 ارب روپے ہو گی۔اس کا مطلب ہے کہ اس دوران مجموعی قرضے میں ڈھائی گنا اضافہ (255 فیصد) ہوا۔ اور اگر ہم مجموعی قرضے کو مجموعی قومی آمدنی کے تناسب سے بھی دیکھیں تو آغاز کار میں یہ تناسب 52.6 فیصد تھا جو کہ رواں مالی سال کے آخر تک بڑھ کر 63.5 فیصد متوقع ہے۔ یعنی اس تناسب میں بھی تقریباً 10 فیصد کا خطیر اضافہ ہوا ہے۔ اور فی الوقت یہ اُس حد کو بھی عبور کر چکا ہے جو Fiscal Responsibility & Debt Limitation Act 2005 میں طے کی گئی ہے۔ یہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ ملک کا مجموعی قرضہ 1947 سے 30 جون 1999 کو تقریباً 3000 ارب روپے تھا۔

6۔ یہ وہ چند جھلکیاں ہیں اُس معاشی میدان کی جو PML (N) وراثت میں پا رہی ہے۔ میں نے انہیں صرف اس مقصد کے لیے بیان کیا ہے کہ کارکردگی کا ایک معیار متعین ہو جائے کہ جہاں سے ہم اپنے سفر کا آغاز کر رہے ہیں۔ یقیناً یہ ایک افسوسناک صورتحال ہے۔لیکن ہم اس وجہ سے نہ مایوس ہیں اور نہ ہی بے حوصلہ۔ درحقیقت حالات کو بہتر کرنے کے لیے جس عزم اور حوصلے کی ضرورت ہے ،معیشت کی زبوں حالی کے صحیح ادراک نے ہمارے اُس عزم کو مزید پختہ کر دیا ہے۔ وزیرِاعظم میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں ہماری پارٹی نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہم موجوں کا رخ بدلیں گے اور صرف معیشت کی صحت کو ہی بحال نہیں کریں گے بلکہ اِسے اُس بلند سطح پر لے کر

جائیں گے جہاں اس کی حقیقی استعداد اور صلاحیت کو حاصل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر!

7۔ جو بجٹ آج میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں وہ محض محاصل(Revenues) اور اخراجات(Expenditure) میں توازن پیدا کرنے کا عمل نہیں ہے بلکہ یہ مسلم لیگ(ن) کی حکومت کی معاشی پالیسی کا بیان ہے جس پر وہ اپنی مدتِ حکومت میں عمل پیرا رہے گی۔(انشاء اللہ) یہ ہمارے انتخابی منشور پر مبنی ہے جس کا اعلان ہم نے انتخابات میں جانے سے پہلے کیا تھا۔ اس تناظر میں یہ بجٹ ہماری اس خواہش کا اظہار ہے کہ ہم قوم سے کیے گئے سارے وعدوں کو پورا کریں گے کہ جس کی بنیاد پر قوم نے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔

معاشی تصور (Economic Vision)

جناب سپیکر!

8۔ میں ابتدا میں اس معاشی تصور کو آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں جو معیشت کی تعمیرِ نو میں ہماری رہنمائی کرے گا۔ اس تصور کے بنیادی نکات مندرجہ ذیل ہیں:

(1) سب سے پہلے، ہم ایک ایسی معیشت بنانا چاہتے ہیں جو اپنی بقا کے لیے دوسروں پر انحصار نہ کرے سوائے اس کے کہ وہ تجارت اور سرمایہ کاری کے ذریعے دنیا سے اپنے رابطے رکھے۔ ہم 185 ملین عوام کی مضبوط قوم ہیں جس کو اللہ نے نیوکلیر صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ جس طرح ہم اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں ایسے ہی ہم اپنی معاشی خودمختاری کی حفاظت بھی کریں گے۔اور یہ اُسی وقت ممکن ہو گا جب ہم خیرات مانگنا چھوڑ دیں اور دوسروں کی خوشنودی کی پرواہ نہ کریں۔ خودانحصاری ہمارا حقیقی مقصد ہونا چاہیے۔ کیونکہ صرف اُسی صورت میں ہم اقوام

عالم میں عزت اور وقار حاصل کر سکیں گے۔

(2) دوسرے، معاشی سرگرمیوں کا حقیقی محور نجی شعبے کو ہونا چاہیے۔ اور اس بوجھ کا ایک بہت بڑا حصہ اُن کے کاندھوں پر ہونا چاہیے۔ ایک ایسی حکومت جو خود کو ایسی کاروباری سرگرمیوں میں مصروف رکھے جو نجی شعبہ (Private Sector) احسن طریقے سے چلا سکتا ہو ایک مارکیٹ نظام کے ذریعے، وہ درحقیقت معاشی نظام میں ایک بہت بڑا بگاڑ پیدا کرتی ہے اور اس میں نا انصافیاں پیدا کرتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مارکیٹ نظام میں قانونی ضابطوں کے تحت اور مقابلے کے رجحان کے تحت چلنا چاہیے۔ لیکن وہ حکومت جو کاروبار کو چلانے میں مصروف ہو اُسے یہ موقع کہاں ملتا ہے کہ وہ قانون اور ضابطوں سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے۔ اور یوں صارفین کے حقوق کی صحیح حفاظت نہیں ہوتی۔ لہٰذا حکومت کی زیادہ توجہ مارکیٹ نظام کی اصلاح اور اُس کی قانون اور ضابطوں کی روشنی میں کارکردگی پر کڑی نظر رکھنے سے متعلق ہونی چاہیے۔

(3) تیسرے، معاشی سرگرمیوں میں حکومت کی موجودگی صرف اُن صورتوں میں جائز ہے جب کہ سرمایہ کاری کی ضرورتیں اتنی زیادہ ہوں جو کہ نجی شعبے کی استطاعت سے باہر ہوں، پھر ایسے شعبے جن میں مارکیٹ نظام پر کشش مواقع نہ مہیا کرتا ہو باوجود یہ کہ معاشرتی لحاظ سے یہ پر کشش ہوں جیسا کہ تعلیم، صحت اور آبادی کی فلاح و بہبود اور انفراسٹرکچر کے بڑے منصوبے۔ کیونکہ معاشرتی شعبے صوبوں کو منتقل ہو چکے ہیں، اور جن کے لیے ہم خاطر خواہ وسائل مہیا کر رہے ہیں، وفاق کی سطح پر ہماری اولین ترجیح ملک کے تیزی سے خراب ہوتے ہوئے انفراسٹرکچر میں انقلابی تبدیلی لانا ہو گا، خصوصاً بجلی کے شعبے میں جہاں بھیانک لوڈ شیڈنگ ہماری پیداواری صلاحیت کو زبردست نقصان پہنچا رہی ہے۔

(4) چوتھے، ہمارے تمام لوگوں کو ملک کو چلانے کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے

اُن میں اپنا حصہ ڈالنا ہو گا۔استثنات(Exemptions) اور رعایتوں کا سلسلہ بند کیے بغیر ایک خود انحصار معیشت کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔بالکل اسی طرح اگر معقول وجوہات کی بنا پر حکومت کسی خدمت کو شہریوں تک پہنچاتی ہے تو اس خدمت کی لاگت کو وصول کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر یہ خدمت کچھ عرصے تک تو چل سکتی ہے لیکن بالآخر یا تو اس کی فراہمی معطل ہو گی یا پھر اس کا بوجھ حکومت کے مالی نظام کو تباہ کر دے گا۔

(5) پانچویں، حکومت کو اُن حدود کے اندر رہنا ہو گا جن کا تعین موجود وسائل کرتے ہیں۔جن کا تعین اُن محاصل کے حصول سے ہوتا ہے جو ٹیکسوں کے ذریعے وصول کیے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں حکومتوں کی کارکردگی کچھ قابل رشک نہیں رہی کیونکہ آمدنی سے زیادہ اخراجات ہماری معاشی زندگی کا معمول رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں مزید گذارشات آگے چل کر آپ کے سامنے رکھوں گا۔

(6) چھٹے، ہمیں اپنی آبادی کے کمزور اور غریب طبقات کا خصوصی خیال رکھنا ہے۔کسی بھی ملک کے عوام اُس ملک کا حقیقی سرمایہ ہیں۔کمزور طبقات ممکنات کا ایک بڑا ذخیرہ ہیں۔ جو اگر حاصل ہو جائے تو وہ قوم کی تقدیر بدل سکتا ہے۔ اس تناظر میں ہمیں اپنی آبادی کے کمزور اور غریب طبقات کا خیال رکھنا ہو گا اور اُنہیں ترقی کے عمل میں شامل کرنا ہو گا۔ لہٰذا ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم اِن طبقات کی بہبود کے لیے ایک قابل انحصار اور آسان حصول کا جامع پروگرام بنائیں گے جو مثالی حیثیت کا حامل ہو گا۔

9۔ باوجودیکہ یہ ایک سادہ تصور ہے لیکن ایک طویل عرصے سے ہم اس سے بھٹک گئے ہیں۔جبکہ اس دوران طاقتور مفاد پرست طبقات سامنے آ گئے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ یہ ملک اسی طرح مانوس اور بگڑی ہوئی راہ پر چلتا رہے۔لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ معیشت کو ایک یقینی اور مستحکم راہ کی

تلاش میں ہم نے بے پناہ وقت ضائع کر دیا ہے۔ ہم اب مزید وقت ضائع نہ کریں اور ایک طے شدہ اور غیر مبہم سمت کا تعین کر دیں تا کہ ہمارے سرمایہ کار طویل مدتی(Long Term) فیصلے کر سکیں۔ اور دنیا میں ہماری شناخت مندرجہ بالا تصور کی حامل قوم کی حیثیت سے دنیا کی آنکھوں میں مسلمہ طور پر تسلیم ہو جائے۔

10۔ یہ بجٹ اس معاشی تصور(Economic Vision) پر عمل درآمد کا منصوبہ قوم کے سامنے رکھے گا۔ ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ یہ تصور ایک دن میں حقیقت نہیں بن سکتا۔ بلکہ یہ ایک طویل سفر کا آغاز ہے۔ جس پر ہمیں مستقل مزاجی اور استقامت کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔ لیکن جیسے کہ مثل مشہور ہے کہ ہزاروں میل کا سفر ایک پہلے قدم سے شروع ہوتا ہے لہٰذا یہ ایوان اس بات کو دیکھے گا کہ موجودہ بجٹ وہ ابتدائی قدم ہیں جو ہم اس طویل سفر کے آغاز میں اٹھا رہے ہیں۔

بجٹ سٹریٹجی کے بنیادی نکات

جناب سپیکر!

11۔ میں اب اُن اقدامات کی طرف آتا ہوں جو ہم موجودہ بجٹ میں اُٹھا رہے ہیں۔تا کہ ان چیلنجز کا مقابلہ کیا جاسکے۔

(1) **مالیاتی خسارے(Fiscal Deficit) میں کمی:** میں بالکل شروع میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری بجٹ کی حکمتِ عملی میں کلیدی نقطہ مالیاتی خسارے کو کم سے کم کرنا ہے۔ تا کہ اس کے مضر اثرات جو ساری معیشت کو متاثر کرتے ہیں اُن سے محفوظ رہا جائے۔ اس سال کا نظرثانی شدہ مالیاتی خسارہ(Fiscal Deficit) 2024 ارب روپے ہے جو کہ قومی پیداوار (GDP) کا 8.8 فیصد ہے، ہم نے اس بجٹ میں اُس میں 2.5 فیصد کمی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو کہ اگلے مالی سال میں

1651 ارب روپے یعنی 6.3 فیصد رہے گا۔ لیکن ہمیں اسے مزید کم کرنا ہے۔ لہٰذا بتدریج اگلے 2 سالوں میں اس کو 4 فیصد تک کم کر دیا جائے گا۔

(2) **ٹیکس محاصل میں اضافہ:** اس ضمن میں ہم جو اقدامات کر رہے ہیں اُن کا بیان میری تقریر کے حصہ دوم میں آئے گا۔

(3) **افراطِ زر میں کمی:** مندرجہ ذیل اقدامات قیمتوں میں موجودہ دباؤ کو ختم کرنے میں مدد دیں گے۔

(i) مالیاتی خسارے میں کمی افراط زر کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو گا۔

(ii) ہم قیمتوں پر مسلسل نگاہ رکھیں گے تاکہ ضروری اشیاء کی بروقت فراہمی کو یقینی بنایا جا سکے۔ وسیع پیمانے پر جمعہ اور اتوار بازار سارے ملک میں کھولے جائیں اور جہاں بھی ضرورت ہو گی درآمدات کے ذریعے متبادل رسد(Supply) کی فراہمی کی جائے گی تاکہ مقامی قلت کو دور کیا جا سکے۔

(iii) ہم عوامی بچتوں(National Savings) اور نسبتاً سستی غیر ملکی قرضوں کے ذریعے سے مالیاتی خسارے کو پورا کریں گے جس سے قرضوں کی ادائیگی میں بھی سہولت پیدا ہو گی۔عوام کے لیے نئی بچتوں کی سکیموں کو متعارف کرایا جائے گا جن کے ذریعے وہ حکومتی سیکیورٹیز تک رسائی حاصل کر سکیں گے۔ جو کہ فی الحال بنکوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ یہاں پر اُن کا منافع زیادہ ہوتا ہے اور چھوٹے کھاتہ داروں تک معمولی فائدہ پہنچتا ہے۔

(iv) آخر میں ہم Debt Menagement Office کی تنظیم نو کر رہے ہیں۔ اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے حامل افراد کی تعیناتی کے ذریعے ہم اپنے مجموعی قرضے کو بہتر طریقے سے اور کم لاگت پر منظّم کرنے کی

کوشش کریں گے۔

(v) سٹیٹ بنک سے قرضوں پر انحصار کم کیا جائے گا۔لیکن میں یہاں پر بہت درد کے ساتھ یہ بات رکھنا چاہوں گا کہ SBP Act 1956 جس میں پارلیمینٹ نے 2012 میں ایک اہم ترمیم منظور کی تھی اُس میں سٹیٹ بنک سے حکومتی قرضے، جو درحقیقت نوٹوں کی چھپائی کا عمل ہے، سے متعلق دو اہم حدود کا تعین کیا گیا تھا۔ان حدود کی مسلسل خلاف ورزی کی گئی ہے۔ پہلے یہ کہ حکومت قرضہ صرف تین ماہ کے لیے لے سکتی ہے اور سہ ماہی کے آخر میں اُس کی واپسی ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ ترمیم کے وقت قرضوں کی مقدار جو 1400 ارب روپے تھی اس کے متعلق یہ طے کر دیا گیا تھا کہ آئندہ 8 سالوں میں ان کی ادائیگی کر دی جائے گی۔حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی سہ ماہی حد کا لحاظ رکھا گیا ہے اور بجائے 1400 ارب روپے کی واپسی کا آغاز کرنے کے اس میں 64 فیصد مزید اضافہ کر کے 2300ارب روپے بنا دیا ہے۔اب ہمارے لیے یہ کیسے ممکن ہو گا کہ باقی 6 سالوں میں تقریباً 400 ارب روپے سالانہ اس قرضے کوختم کرنے کے لیے ادا کریں۔

(4) **توانائی کے بحران کا حل:** باوجودیکہ توانائی کا بحران ایک پہاڑ کی مانند ہے لیکن مسلم لیگ(ن) کی حکومت نے یہ عہد کیا ہے کہ وہ اس مسئلے کو فوری طور پر احسن طریقے سے حل کرے گی۔ہم نے ایک پروگرام ترتیب دے دیا ہے اور انشاء اللہ ہم اسے فوری طور پر نافذ کر رہے ہیں۔اس پروگرام کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:۔ سب سے پہلے مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے بہت مسرت ہو رہی ہے کہ میاں محمد نواز شریف نے یہ تاریخی فیصلہ کیا ہے کہ گردشی قرضے (Circular

(Debt) کو 60دن میں ختم (Settle) کیا جائے۔تا کہ ملک میں موجود پیداواری صلاحیت کے حامل تمام بجلی گھروں کو چلایا جا سکے۔ دوسرے اس کے نتیجے میں ہمیں یقین ہے کہ ملک میں لوڈ شیڈنگ میں کمی شروع ہو جائے گی۔ تیسرے، اس عظیم کوشش کے متوقع نتائج صرف اس صورت میں مرتب ہوں گے جب ہم اُن تمام وجوہات کا سدباب کر دیں جو اس کو پیدا کرنے کا باعث ہے۔ میں تمام صارفین سے یہ گذارش کروں گا کہ وہ اپنے بلز وقت پر ادا کریں کیونکہ ان کی مکمل ادائیگی کے بغیر بجلی جیسی اہم خدمت مستقل بنیادوں پر فراہم نہیں کی جا سکتی۔ چوتھے، Federal Adjuster کے دفتر کو ازسرِ نو منظّم کیا جائے گا تا کہ وہ صوبائی حکومتوں سے فوری وصولی کے اقدامات کر سکے۔ پانچویں، وزیراعظم میاں محمد نواز شریف ایک جامع Energy Policy کا مستقبل میں اعلان کریں گے تا کہ Energy Projects کو لگانے والے Investors کو ہر ممکن سہولت میسر کی جا سکے۔

(5) **نندی پور پراجیکٹ:** میں اس ایوان کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ نندی پور پاور پراجیکٹ جو کہ ایک انتہائی کم لاگت پراجیکٹ ہے، کو مجرمانہ طور پہ نظر انداز کیا گیا۔ اس پراجیکٹ کی صلاحیت 425MW ہے اور اس کی ابتدائی قیمت 23 ارب روپے تھی۔ اس پراجیکٹ کی درآمد شدہ مشینری پچھلے 3 سال سے اس لیے ناکارہ پڑی ہے کہ حکومتی اداروں نے اس کو صرف کچھ کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے Clearance نہیں دی۔ آج اس پراجیکٹ کی قیمت بڑھ کر 57 بلین روپے ہو چکی ہے۔ ہم نے فوری طور پر اس صورتحال کا جائزہ لیا ہے اور اس کے تدارک کے لیے متعلقہ کاغذات کی Clearance اور ازسرِنو اجازت لینے کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔جونہی اگلے چند ہفتوں میں یہ معاملہ حل ہو گا اس کے اوپر تعمیراتی کام فوری طور پر شروع کر دیا جائے گا۔ اور یہ پراجیکٹ انشاء اللہ

18ماہ میں پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ اور میں یہاں یہ بتاتا چلوں کہ جو بھی اس عظیم قومی نقصان کے ذمہ دار ہیں اُن کے خلاف سخت قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔

(6) **بلاحدف Subsidies میں کمی:** ہمیں اس ملک کے مالیاتی نظام کو بلا حدف سبسڈیز(Untargeted Subsidies) کے بوجھ سے بچانا ہو گا۔ ہمیں اس کا احساس ہے کہ کمزور طبقات حکومتی مدد کے مستحق ہیں۔ لہذا سبسڈی کی کوئی بھی سکیم چاہے وہ بجلی، گیس، فرٹیلائزر، چینی، اور گندم سے متعلق ہو وہ اپنے مناسب حدف تک پہنچے۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سبسڈیز کے سارے نظام کا جائزہ لیں گے اس میں معقولیت پیدا کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں گے کہ وہ غریب اور امیر کو مساوی طور پر نہ پہنچے۔

(7) **بیرونی ادائیگیوں کے توازن میں بہتری:** اس وقت ہماری سب سے بڑی پریشانی بیرونی وسائل کی کمی ہے۔ جو کہ ادائیگیوں کے توازن میں استحکام لائیں اور ترقیاتی عمل کے لیے اضافی وسائل پیدا کریں۔خدا کے فضل و کرم سے ہم ایک متحرک معاشی تصور دے رہے ہیں اور اس بجٹ میں اس پر عملدرآمد شروع کر رہے ہیں جو دنیا میں ہماری بہتر عکاسی کرے گا۔ اور ہمارے Development Partners کے اعتماد میں اضافہ کرے گا۔ جس کے بعد بیرونی وسائل کی معمول کے مطابق فراہمی شروع ہو جائے گی۔ مزید اہم بات یہ کہ ہم ایک شفاف نیلام کے ذریعے بہت جلد اپنے 3G لائسنسز فروخت کریں گے جس سے ہمیں foreign exchange میں خطیر رقم متوقع ہے۔ہم کوششیں کریں گے کہ PTCL کی نجکاری کی بقایا رقم جو 800 ملین ڈالر ہے وہ ”اتصلات(Etisalat)“ سے حاصل کی جائے۔جو کہ گذشتہ 5 سال سے واجب الاد ہے۔یقین ہے ہم سرمایہ کاری کی بین الاقوامی مارکیٹ میں دوبارہ داخل ہو

جائیں گے۔ جس سے اضافی طور پر بیرونی وسائل حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ہم پاکستان کے نجکاری پروگرام کو دوبارہ پر زور طریقے سے شروع کریں گے جو نہ صرف بیرونی وسائل کے حصول میں مددگار ثابت ہو گا بلکہ ملک میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے مواقع بھی پیدا کرے گا۔

(8) **روزگار کے مواقع:** روزگار کے زیادہ تر مواقع نجی شعبے میں پیدا ہوں گے۔ گو کہ حکومت بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرے گی۔ آگے چل کر میں آپ کو ترقیاتی پروگرام سے متعلق معلومات فراہم کروں گا۔ اس وقت میں صرف اتنا کہوں گا کہ باوجودیکہ ہم مالیاتی خسارے میں زبردست کمی کر رہے ہیں لیکن ہم نے ترقیاتی اخراجات کو 50 فیصد سے بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو اس مالی سال کےDevelopment Budget جوکہ 360 ارب روپے ہے ، سے بڑھ کر 540 ارب روپے ہو جائے گا۔ صوبائی حکومتیں مزید 615 ارب روپے کے ترقیاتی اخراجات کریں گی۔ اور مجموعی طور پر ملک میں 1155 ارب روپے کی ترقیاتی سرمایہ کاری ہو گی۔ جو کہ مجموعی قومی پیداوار کا 4.4 فیصد ہے۔ بلاشبہ ترقیاتی اخراجات میں مزید اضافہ ہونا چاہیے۔ لیکن ہمیں وسائل کی قلت کا سامنا ہے لیکن اس کے باوجود ترقیاتی اخراجات کو نہ صرف تحفظ دیا گیا ہے بلکہ اُس میں بے مثال اضافہ کیا گیا ہے۔ سرکاری شعبے میں اس سرمایہ کاری سے روزگار کے وسیع مواقع پیدا ہوں گے۔ اور یہ دیگر معاشی سرگرمیوں کو بھی فروغ دیں گے۔ جو مزید روزگار کے مواقع پیدا کرنے کا موجب ہوں گے۔

(9) **ترقی کے لیے سرمایہ کاری میں اضافہ:** ہمارا ایک اہم چیلنج سرمایہ کاری میں مجموعی اضافہ ہے۔ اوپر میں نے اُن اقدامات کا ذکر کیا ہے جیسے مالیاتی خسارے میں کمی، قیمتوں میں استحکام، اور شرح مارک اپ میں کمی، یہ سب سرمایہ کاری میں اضافے کا باعث ہوں گے۔

(10) **سرکاری کارپوریشنوں میں اصلاحات:** ہم نے یہ تہیہ کیا ہے کہ سرکاری اداروں میں اصلاحات اور تنظیم نو کا ایک بنیادی عمل شروع کیا جائے گا تاکہ ان سے ہونے والے نقصانات کو کم کیا جا سکے۔ پہلے قدم کے طور پر ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم ان اداروں میں Professional Managers کو تعینات کریں گے جن کا انتخاب مقابلے اور شفاف عمل کے ذریعے merit پر کیا جائے گا۔ وہ تمام ادارے جن کو منافع پر نجکاری کے عمل سے گذارا جا سکتا ہے، اُنھیں ایک معتبر نجکاری پروگرام کے ذریعے نجی شعبے کے حوالے کیا جائے گا۔ اور جہاں نجکاری موزوں نہیں ہے وہاں پر ایک management معاہدے کے ذریعے نجی شعبے کے حوالے کریں گے یا پھر مکمل طور پر آزاد انتظامیہ تعینات کی جائے گی جو ان اداروں کو پیشہ ورانہ بنیادوں پر چلائیں گی۔ اس کے ساتھ ہی ہم ان اداروں کی مالیاتی تنظیم نو بھی کریں گے تاکہ وہ مستحکم کاروباری بنیادوں پر استوار ہوسکیں۔

(11) **کمزور طبقات کا تحفظ:** مسلم لیگ(ن) نے اپنے منشور میں Social Protection سے متعلق ایک تفصیلی حکمتِ عملی مرتب کی ہے۔درحقیقت مجھے اس بات پرخوشی ہے کہ ایک مختصر مدت کے لیے 2008ء میں جب PML(N) وفاقی حکومت کا حصہ تھی اس وقت ایک انکم سپورٹ فنڈ کی تشکیل کا منصوبہ میں نے بحیثیت وزیرخزانہ تیار کیا تھا۔ یہ ایک ایسا منصوبہ تھا جو غریبوں کی آمدنی میں غیر سیاسی بنیادوں پر اضافی مدد فراہم کرتا۔ اور جس میں غریبوں کی شناخت کے لیے ایک واضح طریقہ کار کا تعین بھی کیا گیا تھا۔بدقسمتی سے بعد میں یہ پروگرام اپنی اصلی روح سے ہٹ گیا اور اس میں سیاسی آلودگی بھی شامل ہو گئی۔غریب خاندانوں کے معاملے میں یہ ہماری اہم ذمہ داری ہے کہ ہم اس طرح اس نوعیت کے پروگرام کو جاری رکھیں اور اس میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو دور کریں اور اس کا دائرہ مزید وسیع کریں تاکہ مستحق لوگوں تک پہنچا جا سکے۔ مجھے خوشی ہے

کہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انکم سپورٹ پروگرام جاری رہے گا اور اس میں مزید وسعت پیدا کی جائے گی۔اس پروگرام کے لیے نظرثانی شدہ تخمینہ جو 40 ارب روپے ہے، اسے بڑھا کر 75 ارب روپے کیا جا رہا ہے۔ جو درحقیقت اس پروگرام کو87.5 فیصد بڑھا دے گا۔لیکن ہم اس پروگرام کی تنظیم اور اس کے ڈیزائن میں ایسی تبدیلیاں کریں گے جو اس کے اصل مقاصد کے حصول میں زیادہ موثر ہوں اور اس کے ساتھ ہم اس پروگرام سے اخراج کی ایسی حکمت عملی بنائیں گے جو اس بات کا خیال رکھے کہ اس مدد کو حاصل کرنے والے لوگ اس پر ہمیشہ انحصار نہ کرنے لگیں بلکہ وہ اس مدد کے ذریعے سے اپنی غربت سے چھٹکارا حاصل کریں‌اور روزگار کمانے کے قابل ہوں۔ مجھے اس بات کا اعلان کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ انکم سپورٹ فنڈ کے تحت موجودہ ماہانہ الاؤنس جو کہ 1000 روپے ہے اس کو 20 فیصد اضافے کے ساتھ1200 روپے ماہانہ کیا جا رہا ہے۔

وسط مدتی میکرو اکنامک فریم ورک

Medium Term Macroeconomic Framework

جناب سپیکر!

12۔ یہ ہمارے فوری چیلنجز اور ان سے نمٹنے کے لیے ہماری حکمتِ عملی کا ذکر تھا۔لیکن میں نے جس معاشی تصور کی بات کی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم معیشت کو ایک وسط مدتی تناظر میں دیکھیں۔ کیونکہ ملک کی پیداواری صلاحیت کو بڑے پیمانے پر بڑھانے کے لیے ایک دور رس سوچ کی ضرورت ہے۔ لہذا میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ بجٹ ایک وسط مدتی میکرو اکنامک فریم ورک کا حصہ ہے۔ جو 14-2013 سے 16-2015 تک پھیلا ہوا ہے۔ اس فریم ورک کے مرکزی

نکات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(1) شرح نمو(GDP) بتدریج 16-2015 تک 7 فیصد تک بڑھ جائے گی۔

(2) افراط زر(Inflation) کو ایک ہندسے(Single Digit) تک محدود رکھا جائے گا۔

(3) سرمایہ کاری کا تناسب20 فیصد تک بڑھایا جائے گا۔

(4) مالیاتی خسارہ(fiscal deficit) 16-2015 تک 4 فیصد تک کم کر دیا جائے گا۔

(5) پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر فریم ورک کے تیسرے سال میں 20 ارب ڈالر تک بڑھا دیے جائیں گے۔ (انشاء اللہ)

13۔ بلاشبہ یہ اہداف بڑے عزم اور حوصلے کا تقاضا کرتے ہیں۔لیکن یہ ہماری معیشت کی بحالی کے لیے لازم ہیں۔ اور ہماری حقیقی صلاحیت سے مناسبت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم نے یہ تہیہ کیا ہوا ہے کہ ہم اس ملک کی تقدیر کو بدلنا چاہتا ہیں۔اور ہمارے اسی عزم اور حوصلے کی وجہ سے عوام نے ہم پر اعتماد کیا ہے۔

ترقیاتی پروگرام

جناب سپیکر!

14۔ میں اب ان اہم اقدامات کی طرف آتا ہوں جو ہم اس بجٹ میں ترقیاتی پروگرام کے حوالے سے کر رہے ہیں۔میں اپنی توجہ صرف اُن شعبوں پر رکھوں گا جو ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

پانی

15۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو دنیا میں آبی وسائل کے لحاظ سے بہترین نعمتوں سے مالامال کیا ہے۔ خوش قسمتی سے تقسیم ہند کے موقع پر نہروں، کھالوں، اور بیراجوں کا ایک وسیع نیٹ ورک بھی ہمیں ورثے میں ملا۔ اور ہماری ابتدائی لیڈرشپ کی بصیرت نے ہمیں تربیلا اور منگلا جیسے عظیم منصوبوں سے مزید مستحکم بنایا۔ ان آبی وسائل کی وجہ سے یہ ممکن ہوا ہے کہ ہم ملک میں زراعت کو فروغ دیں جو ہماری معاشی زندگی کی شہ رگ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہم ان وسائل میں نہ ہی کوئی خاطر خواہ اضافہ کر سکے اور نہ ہی ان انمول اثاثوں کی خاطر خواہ نگہبانی کر سکے۔ ملک کی بڑھتی ہوئی آبی ضرورتوں کا یہ تقاضہ ہے کہ ہم نئے آبی ذخائر بنائیں اور پانی کا ہر قطرہ توانائی کے حصول کے لیے استعمال کریں۔

16۔ یہ وہ تصور ہے جس کی عکاسی موجودہ ترقیاتی پروگرام میں واٹر سیکٹر کے لیے مختص وسائل سے کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس سال اس سیکٹر کے لیے 59 ارب روپے کی سرمایہ کاری کر رہے ہیں جس میں اہم منصوبے شامل کیے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ کچھی کینال (ڈیرہ بگٹی اور نصیرآباد)، رینی کینال، (گھوٹکی اینڈ سکھر)، قرم تنگی ڈیم (شمالی وزیرستان)، پٹ فیڈر کینال کی ڈیرہ بگٹی تک توسیع، گومل زم ڈیم (جنوبی وزیرستان)، Ghabir ڈیم (چکوال)، منگلا ڈیم ریزنگ منصوبے کی تکمیل، کھالوں کی پختگی (سندھ اور پنجاب) اور سارے ملک میں حفاظتی بند اور نکاسی آب کے منصوبے شامل ہیں۔

توانائی

جناب سپیکر!

17۔ مجھے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ میں توانائی کے شعبے کی اہمیت پر روشنی ڈالوں اور یہ بتاؤں کہ کس طرح سے ہمارے عوام بجلی کی قلت کی وجہ سے تکالیف کا شکار ہیں۔ وزیراعظم اور

پاکستان مسلم لیگ(ن) کی لیڈر شپ اس ایک مسئلے کے حل کی تلاش کے لیے صبح شام مصروف ہے۔ میں نے اوپر توانائی کے بحران کے حل کے لیے اہم اقدامات کا ذکر کیا ہے ۔ اس مسئلے کا پائیدار حل توانائی کے اضافی وسائل کو پیدا کرنا ہے۔لہذا ترقیاتی اخراجات کا سب سے بڑا حصہ یعنی 225 ارب روپے اس شعبے میں سرمایہ کاری کے لیے رکھے گئے ہیں۔ جس میں سے 107 ارب روپے PSDP سے آئیں گے اور بقیہ 118 ارب روپے WAPDA-NTDC-GENCOs-DISCOs حکومتی مدد سے دیگر ذرائع سے حاصل کریں گے۔ اس شعبے میں شامل منصوبوں میں نیلم جہلم منصوبہ (1000 MW)، بھاشا ڈیم (4500MW)، تربیلا چوتھا توسیعی منصوبہ (1410MW)، Thar Coal Gasification منصوبہ (100MW)، چشمہ نیوکلیئر منصوبہ (600MW)، چائینہ کی امداد سے کراچی کوسٹل پاور کے دو منصوبے (1100MW+1100MW)، Kheyal Khawar منصوبہ (122 MW)، Allai Khawar منصوبہ (122 MW)، Combined Cycle Power منصوبہ، نندی پور (425 MW)، Up-gradation of Guddu Power منصوبہ (747 MW Gas-Based)، مظفر گڑھ اور جامشورو پارو پلانٹس کی کوئلے پر منتقلی (3120 MW) ، اور اس کے علاوہ متعدد منصوبے ، ٹرانسمیشن لائینز کی بہتری، گرڈ سٹیشنز کی تعمیر اور تقسیم کے نظام کو موثر بنانے کے لیے شامل کیے گئے ہیں۔

18۔ ان منصوبوں سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے پاس ایک دیرپا پروگرام ہے سستی بجلی پیدا کرنے کے لیے اور ملک کو تیل کی آلودگی سے بچانے کے لیے۔ Fuel-Mix کی بہتری سے مستقبل میں بجلی کی قیمت میں استحکام پیدا ہو گا اور ان میں وہ اضافہ نہیں ہو گا جو ماضی قریب میں ہوا۔

شاہراہیں

جناب سپیکر!

19۔ میاں نواز شریف نے اسلام آباد لاہور موٹر وے بنانے کا جو جراتمندانہ فیصلہ کیا تھا، اس کے بعد اس کے مقابلہ کا کوئی اور منصوبہ شروع نہیں ہو سکا۔ باجودیکہ گذشتہ دو دہائیوں میں ہماری معیشت میں زبردست پھیلاؤ ہوا ہے۔ اور مقامی آبادی کے لیے رابطوں کی ضرورتوں میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اس ہنگامی صوتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے قومی شاہراہوں کے تمام منصوبوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اور ان میں نئی ترجیحات کا تعین کیا۔

20۔ شہری اور دیہی دونوں آبادیوں کو اپنی معیشت کی بہتری کے لیے رابطہ سڑکوں کی ضرورت ہے۔ان رابطہ سڑکوں کی عدم موجودگی میں ہمارے کسان اپنی پیدوار کی بہتر قیمت نہیں حاصل کر سکتے اور نہ ہی ہمارے شہری موثر طور پر صارفین تک اشیاء کی ترسیل کر سکتے ہیں۔درحقیقت ہم کو شاہراہوں کے جال کو غربت کے خاتمے کا ایک اہم ذریعہ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہمارے لوگ اُن جگہوں سے کٹے رہیں گے جہاں پر معاشی مواقع موجود ہیں۔

21۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ہم نے گوادر پورٹ جس کا منصوبہ مسلم لیگ(ن) کی حکومت نے 1999 میں بنایا، کو تو تعمیر کر لیا لیکن اس کی تعمیر کے دس سال بعد تک ہم نے اسے شمالی علاقوں سے نہیں جوڑا ہے۔ ایک کوسٹل ہائی وے بنایا ہے جو گوادر اور کراچی میں رابطہ پیدا کرتا ہے لیکن اگر ہم گوادر کی اشیاء کراچی لائیں گے اور پھر اسے اوپر منتقل کریں گے تو گوادر پورٹ سے ہونے والے فائدے فوت ہو جائیں گے۔

22۔ ہم گوادر پورٹ کو شمالی علاقوں سے جوڑنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر تربت ۔بسیما۔رتوڈیرو

سیکشن اورM-8 پر دیگر نسبتاً چھوٹے سیکشنز کی تعمیر کے فوری انتظامات کر رہے ہیں تا کہ گوادر پورٹ کے حقیقی فوائدعوام کو ملنا شروع ہو جائیں۔ ہمM-4 پر بھی کام میں تیزی لائیں گے تا کہ فیصل آباد، خانیوال، ملتان شاہراہ کی تکیمل ہو۔ اس کے علاوہ ہم M-9 جو کراچی اور حیدر آباد کو جوڑتا ہے اُس کی Public Private Partnership بنیادوں پرنجی شعبے سے تعمیر کرانے کی ازسرِ نو کوشش کریں گے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم اس کو مختصر مدت میں مکمل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔میں اس موقع پر اپنی حکومت کی جانب سے یہ واضح اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ موٹرویز کا جال بچھانے کا جو تصور میاں نواز شریف کے ذہن میں تھا وہ انشاء اللہ ہماری اس نئی مدت میں پایہ تکمیل تک پہنچے گا۔ موٹرویز کا یہ جال مقامی تجارت میں بے پناہ اضافے، ٹرانسپورٹیشن کی لاگت میں نمایاں کمی اور لوگوں کے لیے ارزاں ذرائع آمدورفت اور سیر و سیاحت کے نئے مواقعوں کا باعث بنے گا۔

23۔ موٹرویز کے جال کے علاوہ جناب وزیراعظم نے چین کی حکومت کے ساتھ ایک عظیم منصوبے کے سلسلے میں ابتدائی بات چیت کا آغاز کیا ہے۔یہ منصوبہ کاشغر سے گواد تک ایک جدید ایکسپریس وے اور ریلوے کا ہے۔ یہ منصوبہ قدیم شاہراہ ریشم کا جدید عکس ہو گا۔ یہ ایک بلند خیال منصوبہ ہے جو اس خطے میں تاریخی ترقی کے باب کھولے گا اور پاکستان کو اپنے شمالی پڑوسیوں سے قریبی رابطوں کا ذریعہ بنے گا۔

24۔ ان اسٹریٹجک منصوبوں کے علاوہ ہم متعدد قومی شاہراہوں، پلوں اور سیلاب سے متاثرہ شاہراہوں کی بحالی اور مقامی رابطوں کی سڑکوں کی تعمیر کے منصوبوں پر بھی کام کر رہے ہیں۔ اس سال ترقیاتی بجٹ میں ان منصوبوں کے لیے 63 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ بلاشبہ ان منصوبوں سے روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے۔ جو ہماری ایک بڑی ضرورت ہے۔

ریلوے

جناب سپیکر!

25۔ تقسیم کے موقع پر جو اثاثے ہمیں ورثے میں ملے اُن کو جس بے دردی سے ہم نے ضائع کیا ہے اس میں سب سے بری مثال پاکستان ریلوے کی ہے۔ ایک وقت تھا جب اس نظام کی پہچان موثر ترین وسیع تر اور ایک مستعد نیٹ ورک کی حیثیت سے ہوتا تھا۔لیکن آج یہ اپنے ماضی کا ایک سایہ بھی نہیں۔ جس رفتار سے ریلوے نے ملک کے ٹرانسپورٹ سیکٹر میں اپنی اہمیت کو کھویا ہے اس سے یہ خدشہ ہے کہ اس کا انجام مکمل تباہی ہو سکتا ہے۔لیکن یہ ہمیں قبول نہیں۔ ساری دنیا میں ریل ٹرانسپورٹ اپنے شاندار ماضی کو دوبارہ زندہ کر رہی ہے۔اور اس میں زبردست سرمایہ کاری ہو رہی ہے۔تاکہ تیز ترین مسافر اور مال بردار ریل گاڑیوں کو بنایا جائے اور استعمال میں لایا جائے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ذرائع آمد ورفت کو اب ماحول دوست تسلیم کر لیا گیا ہے لہذا سڑکوں پر چلنے والی گاڑیوں کے مقابلے میں جو ہمارے روڈ انفراسٹرکچر کو تباہ کر رہی ہیں اور ماحول کی آلودگی کا باعث ہیں۔ ریل کی آمدورفت ہماری ترجیح ہونی چاہیے۔

26۔ ہماری ریلوے غلط طرزِ حکومت، کم سرمایہ کاری ، عدم دیکھ بھال، نئے انجنوں کے فقدان، ویگنوں کی خستہ حالت ، فرسودہ سگنلز سسٹم، جدید رابطوں کے نیٹ ورک کی عدم موجودگی اور دہرے ٹریک کی عدم دستیابی کا شکار رہی ہے۔کرایوں میں اضافہ نہ ہونا، مارکیٹ کے حصے میں مسلسل کمی، اور تیزی سے گرتے ہوئے محاصل، ان تمام کمزوریوں نے ریلوے کو اُس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں وہ اپنی تنخواہوں اور پنشن کی ادائیگیوں کے لیے سالانہ 34 ارب روپے کی خطیر رقم وفاقی بجٹ سے حاصل کرتی ہے۔

27۔ ایک ایسا ادارہ جو کہ بنیادی طور پر نفع بخش ہو وہ آج ایک ایسی حالت سے دوچار ہے جس

میں بے پناہ نقصانات، بے شمار سٹورز جس میں قابلِ قدر پرانی ریلیں، ویگنیں، انجن اور Re-Building فیکٹریز عدم استعمال کا شکار ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ریلوے کوئی غریب ادارہ نہیں ہے کیونکہ اس کی ملکیت میں بیش قیمت زمینیں ہیں۔ اس ملک کو ملانے والی مرکزی ریل ہے اور ایک بڑی تعداد میں وہ شاخیں ہیں جو ملک کے دور دراز علاقوں کو آپس میں جوڑتی ہیں۔ متعدد پل ہیں، بے شمار عمارتیں ہیں، فیکٹریز ہیں، تاریخی ریلوے سٹیشنز ہیں اور ٹیکنیکل اور سول سرونٹس کا ایک وسیع ذخیرہ ہے۔ یہ نہایت ہنر مند لیکن فی الحال مایوس اور عدم حوصلے کے حامل ہیں کیونکہ انہیں اپنی کل آج سے بہتر نظر نہیں آ رہی۔ لہذا ریلوے کا حقیقی مسئلہ، اس تناظر میں، وسائل کی قلت نہیں بلکہ ان کا قطعی غیر مستعد استعمال ہے۔ یہ سب کچھ بدلا جا سکتا ہے۔ لیڈر شپ کے ذریعے، ایک تصور کے ذریعے، ایک عہد کے ذریعے اور ا یک ایسے منصوبے کے ذریعے جس کو ایمانداری کے ساتھ عمل میں لایا جائے۔ جو کہ ریلوے کے ان انمول اثاثوں اور انفراسٹرکچر کو مکمل استعمال میں لائے اور اس کے ملازموں کو ایسی ترغیبات دے جو اُنہیں بہتر کارکردگی کی طرف راغب کرے۔

28۔ ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ ہم پاکستان ریلوے کی تعمیر نو کریں گے اور اس کے شاندار ماضی کی بحالی کی بنیاد رکھیں گے۔ وزیراعظم کی ہدایت پر وزیر ریلوے ایک جامع منصوبے پر کام کر رہے ہیں اور وہ بہت جلد اس منصوبے کو عوام کے سامنے لائیں گے۔ لیکن میں اس موقعے پر اس کے مرکزی نکات آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔

(1) پارلیمنٹ کے ایک قانون کے ذریعے ہم ریلوے کو ایک کارپوریشن میں تبدیل کریں گے۔ جبکہ نوکریوں کا تحفظ ہوگا اور شرائط ملازمت محفوظ رہیں گی۔

(2) ایک آزاد بورڈ آف ڈائریکٹرز ریلوے کے معاملات کو چلائے گا، جن کا انتخاب پیشہ ور افراد میں سے کیا جائے گا جن کا تعلق پبلک ٹرانسپورٹ، انجینئرنگ، مینجمنٹ، اکاؤنٹینسی، فنانس، لاء اور پبلک ایڈمنسٹریشن سے ہوگا۔

(3) ریلوے بورڈ اور فیڈرل گورنمنٹ کی منظوری سے ریلوے انتظامیہ ایسی پالیسیاں

بنائے گی جس کے ذریعے ریلوے کے تمام اثاثے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کی بنیاد پر مکمل طور پر زیر استعمال آ سکیں۔اور اس کی آمدنی کو بڑھانے کا باعث بنیں۔

(4) ترقیاتی بجٹ میں ریلوے کا حصہ بتدریج بڑھایا جائے گا تاکہ وہ نئے انجن حاصل کر سکیں، ٹریک کو ڈبل کر سکیں۔ رولنگ سٹاکس میں اضافہ کر سکے۔سگنلز سسٹم کو موثر بنا سکیں، اور رابطوں کے ذریعے کو جدید طرز پر منظم کر سکیں۔ اگلے سال ہم نے ریلوے کے لیے 31 ارب روپے مختص کیے ہیں جو کہ اس سال کے نظرثانی تخمینے جو کہ 20 ارب روپے ہے اس سے خاطر خواہ اضافہ ہے۔

(5) ایسی Feasibility Studies پر کام شروع ہو گا جو پاکستان کو ایک جانب گوادر سے افغانستان تک ریل کے ذریعے ملائیں گے اور دوسری جانب گوادر کو چائنہ سے ملائیں گے۔

(6) حکومت جاپان کی مدد سے کراچی سرکلر ریلوے پراجیکٹ پر جلد کام کا آغاز کیا جائے گا۔

انسانی ترقی(Human Development)

جناب سپیکر!

29۔ کسی بھی قوم کے لیے اس کا حقیقی سرمایہ اس کے لوگ ہیں۔ درحقیقت یہ کہا جاتا ہے کہ اصل ترقی لوگوں کے اندر پیدا ہوتی ہے۔گو کہ اس کے کتنے ہی مظاہر ہمیں مادی ترقی میں نظر آئے۔ لہذا انسانی ترقی پر کیے جانے والے اخراجات کو ہمیں ایک ایسی سرمایہ کاری سمجھنا چاہیے جو ہماری مستقبل کی ترقی کی رفتار کو تیز تر بنانے میں معاون ثابت ہوگی۔

30۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانی ترقی کے تین اہم شعبے یعنی تعلیم، صحت اور بہبود آبادی 18ویں ترمیم کے بعد صوبوں کو منتقل ہو گئے ہیں۔ لیکن اعلیٰ تعلیم ریگولیٹری ذمہ داریاں اور بین الاقوامی رابطے ابھی بھی وفاقی حکومت کی ذمہ داریاں ہیں۔ انسانی وسائل کی ترقی کے لیے ہم جو اقدامات اٹھا رہے ہیں اس میں چند اہم اقدامات کا میں ذکر کرنا چاہوں گا۔

(1) 18 ارب روپے کی ایک خاطر خواہ رقم ہائر ایجوکیشن کمیشن کے لیے مختص کی گئی ہے۔ جو پاکستان بھر کی جامعات کے ترقیاتی پروگراموں پر خرچ کیے جائیں گے۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ کرنٹ بجٹ میں ہم نے ایچ ای سی کے لیے 39 ارب روپے مختص کیے ہیں۔ لہذا مجموعی طور پر ہائر ایجوکیشن کے لیے ہم 57 ارب روپے کے وسائل مہیا کر رہے ہیں۔

(2) یہ اندازہ ہے کہ ملک میں ہائرایجوکیشن سے وابستہ طالب علموں کی تعداد 10 لاکھ 8 ہزار سے بڑھ کر 12 لاکھ 30 ہزار تک پہنچ جائے گی۔ جو اس تعداد میں 14 فیصد اضافہ ہے۔

(3) بیرونی سکالرشپ کی تعداد 4,249 سے بڑھ کر اگلے سال 6,249 ہو جائے گی۔ یعنی 2 ہزار اضافی سکالرشپ مہیا کی جائیں گی۔

(4) صوبوں کو منتقلی کے باوجود وفاقی حکومت قومی صحت کے منصوبوں کے لیے وسائل مہیا کر رہی ہے۔ اگلے سال اس سلسلے میں 21 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

(5) اس میں شامل پروگراموں میں Immunization کا پروگرام (EPI)،قومی زچہ بچہ اور بچوں کی صحت سے متعلق پروگرام فیملی پلاننگ اور بنیادی صحت قومی پروگرام، اور دیگر قومی پروگرام جو بیماریوں سے بچاؤ اور اُن پر قابو پانے کے لیے شروع کیے گئے ہیں مثلا اندھا پن، ٹی بی، ہیپاٹائٹس، Measles اور AVN Influenza۔

(6) سب سے اہم بات یہ ہے کہ بہبود آبادی کے صوبائی پروگراموں کے لیے وفاقی حکومت کی طرف سے مدد اب بھی جاری ہے اور اگلے سال اس ضمن میں 8 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔

صنعت اور علاقائی تجارت

جناب سپیکر!

31۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ گذشتہ پانچ سالوں میں ہماری صنعت کو پالیسی سازوں کی غفلت ، اداراتی مدد کی عدم موجودگی، توانائی کے بحران، قرضوں کی عدم دستیابی، انفراسٹرکچر کی خستہ حالت، خراب طرز حکومت اور بے جا بوجھ ڈالنے والے ضابطوں جو صوبائی اور وفاقی حکومتوں میں یکساں پائے جاتے ہیں، کی وجہ سے سخت نقصان پہنچا ہے۔ یہ نہایت ہی اہم رکاوٹیں ہیں اور اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ نتیجتاً صنعتی سرمایہ کاری میں تیزی سے کمی واقع ہوئی ہے اور صنعتی ترقی گذشتہ پانچ سال میں اوسطاً 1.8 فیصد رہی۔ اس شرح نمو سے ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ مجموعی قومی پیداوار میں 7فیصد کا ہدف حاصل کریں جوکہ ہم نے اپنے 3سالہ وسط مدتی فریم ورک میں رکھا ہے۔

32۔ ہمیں یہ احساس ہے کہ صنعتی شعبہ ملک کی معیشت میں نہ صرف مرکزی اہمیت کا حامل ہے بلکہ روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں اس کی سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ ہمارے منصوبے حقیقت پر مبنی نہیں ہوں گے اگر ہم نے صنعتی شعبے کو بحال نہیں کیا۔ میں اس موقع پر اس حوالہ سے اہم نکات کا اعلان کرنا چاہوں گا۔

(1) ایکسپورٹ پروسیسنگ زون کی پالیسی کا ازسرِ نو جائزہ لیا جائے گا اور اس میں دی گئی ترغیبات کو مزید پرکشش بنانے کے لیے مطلوبہ ترامیم کی جائیں گے۔

(2) صوبائی حکومتوں کے تعاون سے پورے ملک میں نئے صنعتی زون کی تعمیر کی جائے

گی اور انہیں اس انداز سے بنایا جائے گا جس میں صنعتوں کو درکار تمام بنیادی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

(3) ہم نے اپوزیشن میں رہتے ہوئے بھی سپیشل اکنامک زون ایکٹ 2012 کی منظوری کے لیے اہم کردار ادا کیا تھا۔ لیکن اس قانون کے ثمرات صرف اس صورت میں سامنے آئیں گے جب ہم اس پر حقیقی عملدرآمد کو یقینی بنائیں گے۔ابھی تک تو اس سلسلے میں کچھ نہیں ہوا۔ لہذا ہم اس قانون کو اس کی صحیح روح اور تحریر کے مطابق نافذ کریں گے اور اس کے پیچھے ہمارا مکمل عہداور واضح سرپرستی شامل ہو گی۔

(4) ایک جامع منصوبے کے تحت ہم گوادر سپیشل اکنامک زون کی تعمیر کریں گے جو نہ صرف بلوچستان بلکہ پاکستان کی ترقی میں ایک سنگِ میل کی حیثیت ثابت ہو گا۔اس زون کو ہم پاکستان کے تمام اہم معاشی مراکز سے اور پاکستان کے پڑوسیوں سے جوڑیں گے۔ ہم گوادر کے ذریعے سے پاکستان کو ایک ایسا علاقائی مرکز بنانا چاہتے ہیں جہاں سے بین الاقوامی تجارت چائنہ اور سینٹرل ایشیاء سے شروع ہو کر مغرب کی آخری حدود تک پہنچے گی۔ اگر پاکستان علاقائی تجارت کا صدر دروازہ بنتا ہے تو اس سے معاشی امکانات کی لامحدود راہیں کھلیں گی۔

(5) ہم اپنے پڑوسیوں کے ساتھ مضبوط تجارتی تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہماری صنعتوں کو اضافی مارکیٹس میسر آئیں اور ہماری علاقائی Terms of Trade بہتر ہوں۔

(6) حکومت کے وہ ادارے جو صنعت اور تجارت سے وابستہ ہیں، ان کی تنظیمِ نو کی جائے گی تاکہ وہ ان مقاصد کے حصول میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

(7) میکرو اکنامک فریم ورک کے بہتر ہونے سے نجی شعبے کے لیے قرضوں کی فراہمی میں اضافہ ہو گا۔

(8) نجکاری کے پروگرام کی تجدید نو کے نتیجے میں نجی شعبے میں سرمایہ کاری کے نئے مواقع پیدا ہوں گے اور وہ ایسے نئے اثاثے چلانے کے قابل ہو جائیں گے جو اب تک پبلک سیکٹر میں چلتے رہے ہیں۔

ہاؤسنگ

جناب سپیکر!

33۔ ہر پاکستانی کا یہ حق ہے کہ اُس کے سر پر ایک چھت ہو۔ بدقسمتی سے پاکستان میںHousing Gap تیزی سے بڑھ رہا ہے۔نجی شعبے میں Building Developers نے امیر اور مڈل کلاس کے لیے اچھی سہولتیں مہیا کرنا شروع کر دی ہیں لیکن لوئر مڈل کلاس اور غریبوں کے لیے گھر تعمیر اور ملکیت اب بھی ایک خواب ہی ہے۔ہم نے اپنے گذشتہ دور حکومت میں غریبوں کو گھر مہیا کرنے کا ایک پروگرام سارے ملک میں شروع کیا تھا۔ اس پروگرام کے تحت صوبائی حکومتوں نے زمین بغیر کسی لاگت کے مہیا کی تھی۔ اور وفاقی حکومت نے تعمیراتی کام میں معاونت کی تھی۔ لیکن بعدازاں اس منصوبے پر قابلِ ذکر پیش رفت نہیں ہوئی۔وزارت ہاؤسنگ و ورکس ایک نئے منصوبے پر کام شروع کر رہی ہے جس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(1) جہاں ممکن ہوا سرکاری زمین پر تین مرلے ہاؤسنگ سکیم کا آغاز کیا جائے گا۔جہاں پر بے گھر لوگوں کو مفت پلاٹ تقسیم کیے جائیں گے۔

(2) Public Private Partnerships کے ذریعے 500 گھر فی کالونی پر مشتمل ایک ہزار کالونیاں بنائی جائیں گی جو کم آمدنی والے خاندانوں میں ایک شفاف طریقہ کار کے تحت تقسیم کیے جائیں گے۔

(3) گھروں کی تعمیر کے لیے قرضوں کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے حکومت نے Mark-up Cost کا ایک حصہ خود اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے جس کے لیے موجودہ

بجٹ میں 3.5 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔

(4) پنجاب کی کامیاب آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کی طرح دیگر صوبوں میں بھی ایسی سکیمیں شروع کی جائیں گی۔

بجٹ کا تخمینہ

جناب سپیکر!

34۔ اب میں ایوان کے سامنے اگلے مالی سال کے لیے محاصل اور اخراجات کے تخمینے پیش کرتا ہوں۔

35۔ 14-2013 کے لیے مجموعی محاصل کا اندازہ کا تخمینہ 3,420 ارب روپے رکھا گیا ہے۔ جو کہ اس سال کے نظرثانی شدہ تخمینے 2,837 ارب روپے سے 21 فیصد زیادہ ہے۔ یہ محاصل میں ایک زبردست اضافہ ہے اور میں تقریر کے دوسرے حصے میں اس کی مزید تفصیلات ایوان میں رکھوں گا۔

36۔ ان محاصل میں صوبوں کا حصہ 1502 ارب روپے ہے بمقابلہ اس سال کے نظرثانی شدہ تخمینہ جو 1221 ارب روپے ہے۔ اور 23 فیصد اضافہ کی عکاسی کر رہا ہے۔وفاقی حکومت کی خالص آمدنی 1918ارب روپے ہے جو نظرثانی شدہ تخمینہ 1616 ارب روپے کے مقابلے میں 19 فیصد اضافہ ہے۔صوبوں کو وسائل کی منتقلی تاریخی سطح پر ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم وسائل کے ایک بڑے حصے میں صوبوں کو شریک کر رہے ہیں کیونکہ نئے آئینی انتظام کے تحت صوبائی ذمہ داریاں خصوصاً سماجی شعبوں سے متعلق نمایاں طور پر بڑھ گئیں ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس بڑے پیمانے پر وسائل

کی منتقلی صوبائی حکومتوں کو اس قابل بنائے گی کہ وہ سماجی خدمات اور امن عامہ کی سہولتیں لوگوں کے دروازے تک پہنچا سکے۔

37۔ 14-2013 کے لیے اخراجات کا اندازہ 3,591 ارب روپے رکھا گیا ہے جو اس سال کے نظرثانی شدہ تخمینے 3,577 ارب روپے کے مقابلے میں ایک معمولی اضافہ ہے۔یہ پہلا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ موجودہ بجٹ سادگی کو فروغ دے رہا ہے جو کہ معیشت کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ازبست ضروری ہے۔ Current Expenditure کا اندازہ 2829 ارب روپے رکھا گیا ہے جو کہ نظر ثانی شدہ تخمینہ 2720 ارب روپے کے مقابلے میں صرف 4 فیصد اضافے کی عکاسی کرتا ہے۔لیکن ترقیاتی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے سرمایہ کاری کے فروغ اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے مقاصد کی وجہ سے ہم نے ترقیاتی اخراجات میں اضافی رقوم فراہم کی ہیں۔اس سال کے Budget Estimates جوکہ 360 ارب روپے ہیں، کے مقابلے میں اگلے سال کے ترقیاتی پروگرام کے لیے 540 ارب روپے مختص کیے ہیں جو کہ 50 فیصد زیادہ ہیں۔

38۔ وفاقی مالیاتی خسارہ 14-2013 میں 1,674 ارب روپے رہے گا بمقابلہ اس سال کے نظرثانی شدہ اندازے جو 1,962 ارب روپے ہے۔صوبوں سے 23 ارب روپے کا Surplus دینے کا اندازہ کیا گیا ہے بمقابلہ 62 ارب روپے کا خسارہ جو وہ اس سال کر رہے ہیں۔لہذا مجموعی خسارہ 1,651 ارب روپے رکھا گیا ہے بمقابلہ نظرثانی شدہ خسارہ جس کا اندارہ 2,024 ارب روپے رکھا گیا ہے۔اس لحاظ سے Deficit کا تناسب مجموعی پیداوار سے 6.3 فیصد اگلے سال ہوگا بمقابلہ اس سال کے خطرناک حد تک بڑھتے ہوئے 8.8 فیصد خسارے سے۔

جناب سپیکر!

39۔ یہ واضح ہے کہ ہماری حکومت ایک مضبوط معیشت کی بنیاد رکھ رہی ہے۔ جو کہ وقت کی اہم

ضرورت ہے۔ ہم آسان راستوں پرنہیں چل رہے بلکہ نامساعد حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے جس دور رس سوچ اور حکمت و دانش کی ضرورت ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔مالیاتی خسارے میں 2.5 فیصد کمی ایک سال میں کوئی معمولی ہدف نہیں ہے۔لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہم اس کو حاصل کریں گے۔(انشاء اللہ)

حصہ دوم

جناب سپیکر!

40۔ اب میں آپ کی اجازت سے ٹیکس تجاویز پرمبنی اپنی تقریر کا دوسرا حصہ پیش کرتا ہوں۔

41۔ بحثیت قوم ہمیں ایسے فیصلے کرنے ہوں گے جن سے پاکستان اپنے وسائل پر بھروسہ کرتے ہوئے قرضہ جات کوکم کر سکے اور قومی معاشی ترجیحات پر توجہ دے سکے۔

42۔ PML(N) کی حکومت ملک میں مجموعی طور پر اقتصادی سرگرمیوں کے فروغ ، سرمایہ کاری اور کاروبار کے لیے موزوں مواقع پیدا کرتی ہے۔ جیسا کہ ہم سب کو بخوبی علم ہے کہ کاروباری سرگرمیاں بڑھنے سے روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں، ملک میں بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے اور نتیجتاً ملک میں امن وامان اور خوشحالی قائم ہوتی ہے۔

جناب سپیکر!

43۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ان لوگوں پرمزید ٹیکس کا بوجھ نہ ڈالا جائے جو اپنے حصے کا واجب الادا ٹیکس پہلے ہی ادا کر رہے ہیں۔ بلکہ ایسے اقدامات کئے

جائیں جن سے وہ افراد جو کچھ بھی ادا نہیں کرتے وہ یقینی طور پر قومی خزانے میں کچھ نہ کچھ حصہ ڈالیں۔ قومی اقتصادی صورتحال کی بہتری PML(N) حکومت کی اولین ترجیح ہے جس کے لیے ٹیکس نظام میں بنیادی اور کلیدی اصلاحات کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!

44۔ PML(N) کی پچھلی حکومت نے ٹیکس اور قومی مجموعی پیداوار کے تناسب (Tax to GDP Ratio) کو 13% تک پہنچا دیا تھا جس کی وجہ ٹیکس قوانین کو آسان بنانا، ٹیکسوں کے دائرے کو توسیع دینا، نظام میں موجود خرابیوں کو دور کرنا اور ٹیکس مشینری کا موثر احتساب تھا۔ان اصلاحات کو PML(N) حکومت کی غیر قانونی اور آمرانہ برخواستگی کے ذریعے روک دیا گیا۔ نتیجتاً ٹیکسوں اور قومی پیداوار کے تناسب میں بتدریج تنزلی شروع ہوگئی اور اس وقت یہ خطرناک حد تک کم ہوکر 9% پر ہے۔2013-14 کے بجٹ کا بنیادی مقصد اس شرح کو بڑھا کر 2018 تک 15% تک لے جانا ہے۔

جناب سپیکر!

45۔ ملک کو اس وقت جن شدید اقتصادی مسائل کا سامنا ہے وہ اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم اپنے اندرونی وسائل سے محاصل کو یقینی بنائیں اور بیرونی امداد اور قرضوں پر کم سے کم انحصار کریں۔ اس ضمن میں ہماری خود کفالت انتہائی ضروری ہے۔ ملک اس وقت توانائی کے شدید بحران سے دوچار ہے۔ اس مسئلے کے حل اور ہمارے غریب عوام کی تکالیف کو دور کرنے کے لیے بھاری سرمائے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!

46۔ ہماری حکومت کی ٹیکس پالیسی کے چند رہنما اصول یہ ہیں۔ (i) ٹیکس ادا نہ کرنے والوں پر ٹیکس لگانا۔(ii) ٹیکس مشینری کی صلاحیتوں میں اضافہ کرنا۔(iii) ٹیکس نظام سے بے قاعدگیوں اور بگاڑ کا خاتمہ کرنا۔ (iv) ٹیکس نظام کو آسان بنانا۔ (v) ٹیکسوں کے دائرہ کار کو وسعت دینا۔(vi) ٹیکسوں کے شرح اور چھوٹ میں معقولیت پیدا کرنا۔(vii) دستاویز بندی اور کاروباری اجتماعیت (Corporatization) کی حوصلہ افزائی کرنا۔(viii) ٹیکس گزاروں کی سہولت اور FBR سے بدعنوانی اور کرپشن کا خاتمہ۔

جناب سپیکر!

47۔ ایک منصفانہ اور مساویانہ ٹیکس نظام بلاواسطہ ٹیکسوں پر زیادہ زور دیتا ہے تا کہ معاشرے کا اہل ثروت طبقہ زیادہ ٹیکس دے۔ بدقسمتی سے ہمارے ٹیکس نظام میں بالواسطہ ٹیکسوں کا بڑا حصہ ہوتا ہے جس سے عام آدمی پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھتا ہے۔ اس سال ٹیکس تجاویز میں ایک بنیادی نظریاتی تبدیلی لائی جا رہی ہے اور زیادہ ہ تر محصولاتی تجاویز بلاواسطہ ٹیکسوں سے متعلق ہیں۔

انکم ٹیکس:

جناب سپیکر!

Relief Measures

48۔ اب میں انکم ٹیکس میں تجویز کردہ رعایتی اقدامات کی طرف آتا ہوں۔

49۔ اس فنانس بل کے ذریعے انکم ٹیکس آرڈیننس میں متعدد رعایتی اقدامات تجویز کئے جا رہے ہیں جن میں شامل ہیں:-

(1) مالی سال 15-2014ء سے زیادہ سے زیادہ کارپوریٹ ٹیکس کی شرح 1% سالانہ کے حساب سے کم کرتے ہوئے موجودہ شرح 35% کو 30% کرنے کی تجویز ہے۔ اس اقدام سے ملک میں کارپوریٹ کلچر کی حوصلہ افزائی ہو گی۔

(2) خصوصی اقتصادی خطوں میں انکم ٹیکس کی چھوٹ 5 سال سے بڑھا کر 10 سال کی جارہی ہے۔ اس سے ان خصوصی خطوں میں سرمایہ کاری میں اضافہ ہو گا۔

(3) صنعتکاروں کے لیے درآمدی خام مال پر چھوٹ کے سٹیفکیٹ کی سہولت چند سال پہلے واپس لے لی گئی تھی جس سے Cash Flow پر منفی اثر پڑا اور اس کے نتیجے میں زائد ادائیگیاں اور Refund بڑھ گئے۔ صنعت کے شعبے کی سہولت کے لئے درآمدی خام مال پر چھوٹ کے سٹیفکیٹ کی سہولت دوبارہ متعارف کرائی جا رہی ہے جو کہ مشروط ہو گی پچھلے دو سالوں میں سے کسی ایک سال کی ٹیکس ادائیگی سے، جو بھی زیادہ ہو۔

(4) اس وقت مال بردار گاڑیوں پر سروسز اور انکم ٹیکس کی کم سے کم شرح لاگو ہے جو صوبائی موٹر وہیکل ٹیکس کی ادائیگی کے وقت ادا کیا جاتا ہے جو کہ حتمی ٹیکس ہے۔ اس سے ٹرانسپورٹ کے شعبے کو دوہرا ٹیکس دینا پڑتا ہے جو غیر منصفانہ ہے۔ ٹرانسپورٹ کے شعبے کی سہولت کے لئے صوبائی موٹر وہیکل ٹیکس کی ادائیگی کے وقت جمع کرایا جانے والا انکم ٹیکس adjustable کیا جا رہا ہے۔

(5) کم سے کم غیر Adjust شدہ ٹیکس کو آگے لے جانے کی سہولت صرف Corporate شعبے تک محدود تھی جو غیر Corporate شعبے کے ساتھ تفریق تھی۔ تمام ٹیکس گزاروں کو یکساں مواقع فراہم کرنے کے لیئے اس سہولت کو افراد اور جماعت اشخاص تک بڑھایا جا رہا ہے۔

(6) اس طرح کم سے کم ٹیکس میں کمی Corporate شعبے میں صرف سگریٹ کے تقسیم کنندگان تک محدود تھی۔ اس شعبے میں جماعت اشخاص اور انفرادی حیثیت میں کام کرنے والے چھوٹے ٹیکس گزاروں سے امتیازی سلوک کی وجہ سے تخفیف شدہ کم سے کم ٹیکس کی سہولت افراد اور جماعت اشخاص تک بھی بڑھائی جا رہی ہے۔

انکم ٹیکس دائرے کی وسعت

50۔ یہ تو ہم سب کو معلوم ہے کہ موجودہ ٹیکسوں کا دائرہ کار بہت تنگ ہے۔ ٹیکس اصلاحات میں سب سے اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹیکسوں کا دائرہ کار ممکن حد تک وسیع کیا جائے اور ایسے لوگوں کو ٹیکس نیٹ میں لایا جائے جو ٹیکس ادا کرنے کے قابل ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ایسے لوگ جو رضاکارانہ ٹیکس ادا کرتے ہیں انہیں ایک معقول اور سادہ ٹیکس نظام دیا جائے۔ ان تمام مقاصد کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے جا رہے ہیں:

(1) شادی بیاہ اور دیگر تقریبات پر بھاری رقوم خرچ کی جاتی ہیں لیکن ان کی کوئی دستاویز بندی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے آمدن کا صحیح تخمینہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ان اخراجات کی دستاویز بندی کے لئے ایک Adjustable ودہولڈنگ ٹیکس متعارف کرایا جا رہا ہے جو کہ ہوٹل/ کلب/ شادی ہال/ ریسٹورنٹ وغیرہ تقریب کا انعقاد کرنے والوں سے وصول کریں گے۔ Adjustable ٹیکس ہونے کی وجہ سے لوگوں کو انکم ٹیکس گوشوارے داخل کرنے کی ترغیب ملے گی جس سے ٹیکسوں کے دائرہ کار کو وسعت دینے کا مقصد حاصل ہو سکے گا۔

(2) انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس کو ہم آہنگ کرنے اور Fake Invoice کی حوصلہ شکنی کے لئے سیلز ٹیکس قانون کے تحت رجسٹرڈ تمام افراد کو خریداری، خدمات اور معاہدوں پر انکم ٹیکس کے لئے ودہولڈنگ ایجنٹ بنایا جا رہا ہے۔

(3) ٹیکس دہندگان کی طرف سے ٹیکس سے بچنے کے لئے انکم ٹیکس قوانین میں سہولیات اور چھوٹ کے استحصال کے لیے متواتر طور پر نقصان کے اعلان اور خزانے میں مساوی حصہ ڈالنے کے لیے کم از کم ٹیکس کی شرح 0.5% سے بڑھا کر 1% کرنے کی تجویز دی جاتی ہے۔

(4) تعمیراتی شعبہ اپنی استعداد سے غیر متناسب، قومی خزانے میں ایک ارب روپے جمع کراتا ہے۔ اس شعبے کا ٹیکس عموماً تعمیر کے دورانیے کے حساب سے کئی سالوں پر پھیلا ہوتا ہے۔ تعمیراتی شعبے پر ٹیکس کو آسان بنانے کے لئے عمارتی بلڈرز اور ڈویلپرز پر کم از کم ٹیکس تجویز کیا جاتا ہے۔ یہ ٹیکس تعمیر شدہ رقبے پر 50 روپے فی مربع فٹ اور Developed رقبے پر 100 روپے فی مربع گز لاگو ہوگا، جیسا کہ حالات ہوں۔

(5) تنخواہوں پر ٹیکس کی پچھلے سال متعارف ہونے والی شرح نے متوسط تنخواہ دار طبقے کو زیر بار کر دیا ہے۔ اس بے ضابطگی کو اس فنانس بل کے ذریعے درست کیا جارہا ہے جس میں تنخواہوں پر ٹیکس کو ہر تنخواہ دار طبقہ کی استعداد کے حساب سے متناسب بنایا جا رہا ہے۔

(6) کاروباری اشخاص اور Association of Persons (AOPs) پر ٹیکس کی شرح کو متناسب بنانے کے لیے دو نئے ٹیکس درجات اضافہ کرنے کی تجویز دی جاتی ہے۔ اس سے بتدریج اس شرح کو 25 لاکھ پر 25% سے بڑھا کر 60 لاکھ پر 35% تک لایا جا سکے گا۔

(7) Corporatization کے فروغ کے لیے غیر کارپوریٹ ٹیکس دہندگان مثلاً کاروباری درآمد، معاہدے، سپلائز اور سروسز کے لیے ود ہولڈنگ ٹیکس کی علیحدہ شرح متعارف کروائی جا رہی ہے۔

(8) غیر ملکی فلموں اور ڈراموں کو ملکی سطح پر تقابلی بنانے کے لیے نیا Adjustable

ودہولڈنگ ٹیکس تجویز کیا جا رہا ہے۔

(9) تاجروں اور آڑھتیوں کو ٹیکس کے دائرے میں لانے کے لیے رجسٹریشن کی قسم کی بنیاد پر Withholding Taxمتعارف کروایا جا رہا ہے۔ Adjustable Taxہونے کی وجہ سے اس کو مارکیٹ کمیٹیاں ان تاجروں سے جمع کریں گی۔

(10) اہل ثروت طبقے کو اخراجات کی بنیاد پر ٹیکس لگانے کی لئے کسی تعلیمی ادارے کو ادا کی جانے والی200,000روپے تک سالانہ فیس پر 5% تک Adjustable Withholding Tax کی تجویز دی جا رہی ہے۔

(11) تاجر حضرات GDPمیں اپنے حصہ کے تناسب سے ٹیکس کی ادائیگی نہیں کر رہے ہیں ۔ اس لیے پرچون فروشوں اور تھوک فروشوں سے مخصوص شعبوں میںAdjustable Withholding Tax 0.5% اور 0.1% کی شرح سے وصول کرنے کی تجویز دی جاری ہے۔ تھوک کاروباری حضرات اور تاجروں (Dealers)کے لیے ٹیکس کی شرح0.5%سے کم کر کے0.1% کی جا رہی ہے۔ یہ ٹیکس صنعت کار، تقسیم کنندگان اور کاروباری درآمد کنندگان وصول کریں گے۔

(12) زرعی شعبہ ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہے لیکن اس سہولت کو ناجائز طور پر غیر زرعی آمدن کو زرعی آمدن کی آڑ میں چھپانے کی لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ قانون کے اس غلط استعمال کو روکنے کے لیے تجویز دی جاتی ہے کہ زرعی آمدن کا Creditصرف اس صورت میں دیا جائے اگر اس آمدن پر صوبائی انکم ٹیکس ادا کیا گیا ہو۔

(13) بینکوں سے صارفین کے متعلق معلومات کے حصول کے لیے قانون کو بین الاقوامی طور پر رائج طریقہ کار سے ہم آہنگ کیا جارہا ہے۔ اس کا مقصد FBRمیں موجود قومی Data Warehouse کو ٹیکس کا دائرہ کار بڑھانے کے لیے مستحکم

کرنا ہے۔

(14) ٹیکس کی بنیاد کو وسیع کرنے کے لیے FBRاور NADRA کی جمع کی ہوئی معلومات کو منظّم طریقہ سے استعمال کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں مالی لین دین کی بنیاد پر نشاندہی کے گئے500,000 افراد کے تفصیلی خاکے بنائے جائیں گے۔ اس کے علاوہ ٹیکس کی بنیاد وسیع کرنے کے لیے کاروباری جگہوں پر NTN کی نمائش لازمی کی جارہی ہے۔ ان اقدامات سے ادارے کی پہنچ میں اضافہ ہوگا اور رضاکارانہ عملدرآمد کے کلچر کو فروغ ملے گا۔

انکم ٹیکس سپورٹ Levy ایکٹ کا نفاذ

جناب سپیکر!

51۔ ہم سب لوگوں پر، جن پر اللہ تعالی نے اپنا خاص کرم کیا ہے ، فرض ہے کہ وہ ان نادار لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے اپنا حصہ ڈالیں جو اتنے خوش قسمت نہیں ہیں۔ ہم میں سے زیادہ تر نے باہر کے ملکوں میں کام کر کے جائیدادیں بنائی ہیں مگر ملکی قوانین اور دوسرے ٹیکسوں سے بچاؤ کے معاہدوں کی وجہ سے معمولی سا ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ یقیناً ہمیں معاشرے کے نادار طبقے کا بوجھ تقسیم کرنا ہوگا۔ ملک کے غریب خاندانوں تک انکم سپورٹ پروگرام کو وسعت دینے کے لئے اضافی سرمائے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا تجویز ہے کہ ایسے صاحبِ جائیداد لوگوں پر معمولی levy لاگو کی جائے۔ یہ Levy کسی شخص کی ایک خاص دن پر قابل انتقال اراضی پر0.5% کی شرح سے لاگو ہو گا۔ اس مد میں حاصل ہونے والی رقم حکومت کے انکم سپورٹ پروگرام میں شامل کی جائے گی۔ اس کے علاوہ رضاکارانہ چندے کے ذریعے بھی اضافی سرمایہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مجھے یہ اعتراف کرنے دیں کہ اس levy کا آغاز مجھ سے ہوگا اور میرے اندازے کے مطابق مجھے اس

نیک کام میں اس مد میں آنے والے سال میں تقریباً 25 لاکھ روپے زائد جمع کروانا ہوں گے۔ مجھے غریب اور نادار بہن بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لئے حصہ ڈالنے پر خوشی ہو گی۔

سیلز ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی

جناب سپیکر!

52۔ سیلز ٹیکس کے دائرہ کار میں وسعت کے لیے متعدد اقدامات تجویز کیے جا رہے ہیں اور ایسے افراد کو ٹیکس نیٹ میں لایا جا رہا ہے جو اب تک اس سے باہر تھے۔ ہماری پالیسی یہ ہے کہ جو افراد غیر رجسٹرڈ رہیں گے ان پر ٹیکس کا بوجھ رجسٹرڈ افراد سے زیادہ ہو۔اس حوالے سے تجویز یہ ہے کہ:-

(1) صنعتی اور کاروباری بجلی کے کنکشن رکھنے والے غیر رجسٹرڈ افراد پر 5% کی شرح سے اضافی سیلز ٹیکس عائد کیا جائے۔ رجسٹریشن کروا لینے کے بعد یہ اضافی ٹیکس ایسے افراد پر لاگو نہیں رہے گا۔

(2) غیر رجسٹرڈ افراد کو کی گئی تمام قابل ٹیکس سپلائی پر مزید 2% سیلز ٹیکس عائد کیا جا رہا ہے تا کہ رجسٹریشن کی حوصلہ افزائی ہو اور جسٹرڈ ہونے کی صورت میں انہیں یہ بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے۔

(3) اب سے سیلز ٹیکس ودہولڈنگ ایجنٹ ایسے غیر رجسٹرڈ افراد سے خریداری پر مکمل رقم ودہولڈ کریں گے۔

(4) متعدد درآمدی اقدامات تجویز کیے جا رہے ہیں جن سے ٹیکس مشینری کی صلاحیت اور عمل درآمد کی استعداد کار میں اضافہ ہو گا۔ یہ اقدامات کچھ اس طرح سے ہیں۔

(5) ایسے شعبے جن میں ٹیکس چوری کے امکانات زیادہ ہیں وہاں پر تمام پیداواری مراحل کی وڈیولنک سے الیکٹرانک مانیٹرنگ / نگرانی کی جائے ،بشمول ٹیکس سٹیمپ، لیبل، الیکٹرانک سراغ رسائی وغیرہ۔ ایسے شعبوں سے انسانی مداخلت کے بغیر موثر نگرانی کے ذریعے شفاف، خودکار اور غلطیوں سے مبّرا طریقہ کار کے تحت ٹیکس وصولی ممکن ہو سکے گی۔

(6) FBR نے پہلے ہی CREST کے نام سے ایک جدید کمپیوٹرائزڈ نظام تیا رکیا ہوا ہے۔ جس سے پچھلے دنوں ٹیکسٹائل سیکٹر سے اربوں روپے کی نشاندہی او روصولی میں مدد ملی ہے۔ اس نظام کی استعداد کار کو مزید بڑھایا جائے گا اور اسے وسعت دی جائے گی تا کہ دیگر شعبہ جات سے محصولات کے ضیاع کی نشاندہی اور وصولی ہو سکے۔

(7) یہ بھی تجویز دی جاتی ہے کہ غیر قانونی ریفنڈز اور Input Tax Ajustments کے ذریعے جعلی اور Flying Invoices کی روک تھام کے لیے ایک سہل اور مرکزی نظام متعارف کیا جائے تا کہ جعلی رجسٹرڈ افراد کو ٹیکس فراڈ کرنے سے روکا جاسکے۔

(8) قابل ٹیکس سرگرمیوں کی مناسب نگرانی کے لیے رجسٹرڈ افراد کی رجسٹریشن ان عملداریوں میں رکھی جائے گی جہاں ان کی کاروباری جائیداد واقع ہو۔

(9) معاشی ذرائع کی سنگین کمی کے پیش نظر ضروری ہے کہ اضافی ذرائع کا بندوبست کیا جائے۔ لہذا تجویز ہے کہ سیلز ٹیکس کی معیاری شرح 16% سے بڑھا کر 17% کر دی جائے۔

(10) بین الاقوامی tenders کے تحت supplies پہلے زیرو rated ہوا کرتی تھیں لیکن انہیں 2012ء میں استثنیٰ دیا گیا تھا تا کہ ریفنڈز کی تخلیق اور اس سے منسلک بدعنوانیوں کی روک تھام ہو سکے۔ لیکن اس قدم سے مقامی کاروباری حریفوں کے

لئے مشکلات پیدا ہو گئیں کیونکہ اب مزید input tax adjustment کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ غیر ملکی ٹینڈرز کے لئے مقامی اور غیر ملکی کاروباری حریفوں کو مساوی مواقع کی فراہمی کے لئے یکساں ٹیکس نظام کے تحت اس عدم مساوات کو ملکی و غیر ملکی دونوں کاروباری حریفوں کے لئے دور کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

(11) مقامی supplies پر زیرو rated سیلز ٹیکس سے عدم مساوات پیدا ہوتی ہے۔ جن سے بے قاعدگیاں ممکن ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ ان میں سے زیادہ تر اشیاء عام آدمی کے زیر استعمال رہتی ہیں اس لئے ان اشیاء پر سیلز ٹیکس نافذ نہیں کیا جا رہا اور ان کو سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ کیا جا رہا ہے۔

(12) Third Schedule کی اشیاء کی فہرست کو سیلز ٹیکس ایکٹ تک وسعت دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس سے نہ صرف صنعتکاروں اور درآمدکنندگان کو استعمال کی اشیاء پر خوردہ قیمت لکھنا پڑے گی بلکہ غیر رجسٹرڈ آڑھتیوں اور پرچون فروشوں کے فائدے کی بجائے حکومت کو پرچون کی سطح پر ٹیکس حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔

(13) جن پانچ برآمدی شعبوں کے لئے مقامی سپلائز کی صفر شرح کو پچھلے دنوں ختم کر کے تخفیف شدہ شرح کے تحت لایا گیا ہے وہ پچھلے پانچ سال سے یہ سہولت حاصل کر رہے تھے۔ لیکن 2% کی یہ تخفیف شدہ شرح قیمتی درآمدی اشیاء جیسے برانڈڈ ملبوسات ،چمڑے کے بیگ اور کھیلوں کے سامان پر بھی لاگو کی جا رہی تھی۔ چند تخفیف شدہ شرح والی اشیاء کو دیگر صنعتوں میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جس سے بے قاعدگیاں جنم لے رہی تھیں۔ ان مسائل کے تدارک کے لئے تیار مال اور متنوع استعمال کی اشیاء کو اس تخفیف شد ہ شرح کے نظام سے نکالا جا رہا ہے۔

(14) اُس وقت کے حالات کے تناظر میں 2010ء میں قبائلی علاقہ جات اور خیبر پختونخوا کے چند اضلاع میں ڈیوٹیوں اور ٹیکسز میں ایک عمومی استثنیٰ دیا گیا تھا۔ یہ استثنیٰ وقتی تھا اور اب انکم ٹیکس کے اس استثنیٰ کی معیاد ختم ہو چکی ہے۔ لیکن سیلز ٹیکس اور فیڈرل ایکسائز کے استثنیٰ کے Notification میں معیاد کے خاتمے کی کوئی شق نہیں تھی۔ اس جاری استثنیٰ سے بے قاعدگیاں پیدا ہو رہی تھیں اور دیگر علاقوں میں کاروبار کے لئے دشواریاں پیدا ہو رہی تھیں۔ اس لئے ان کو واپس لینے کی تجویز دی جا رہی ہے۔

(15) فیڈرل ایکسائز کے ضمن میں خوردنی تیل اور گھی کے تیار کنندگان بے ضابطگی کی شکایت کرتے رہے ہیں جہاں مقامی طور پر پیدا شدہ تیل اور درآمدی تیل کے بیج کے استعمال کنندہ کوئی ٹیکس نہیں دے رہے تھے ۔اس بے ضابطگی کو دور کرنے کے لئے مقامی طور پر پیدا ہونے والے خوردنی تیل اور درآمدی تیل کے بیجوں پر درآمدشدہ خوردنی تیل کے مساوی ٹیکس عائد کیا جا رہا ہے۔

(16) بنکوں اور غیر بینکنگ شعبہ کی مالی خدمات پر اس وقت فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی لاگو ہے۔ لیکن دیگر افراد کی طرف سے ان خدمات کی فراہمی پر کوئی ڈیوٹی لاگونہیں ہے۔ اس بے قاعدگی کو دور کرنے کے لئے بینکنگ اور نان بینکنگ شعبہ جات کے علاوہ دیگر افراد کی طرف سے ان مالی خدمات کی فراہمی پر بھی مساوی شرح سے FED لاگو کی جا رہی ہے۔

(17) اس وقت درآمد شدہ خوردنی تیل پر ٹیکس لاگو ہے۔ لیکن کینولا کا بیج بغیر ٹیکس درآمد کیا جا رہا ہے۔ یہ صرف ایک بے قاعدگی ہی نہیں بلکہ اس سے مقامی خوردنی تیل کے بیج کی پیداوار بھی متاثر ہو رہی ہے۔ اس فرق کو دور کرنے کے لئے درآمدی کینولا بیج پر 400 روپے فی میٹرک ٹن ڈیوٹی لگائی جا رہی ہے۔ حکومت کا یہ بھی عزم ہے کہ صنعت کی مشاورت سے طریقہ کار کو آسان بنایا

جائے تاکہ سب کے لئے آسانیاں پیدا ہوں۔

(18) سگریٹ پر فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کو آسان بنانے اور تشکیل نو کرنے کے لئے ایک مرکب فارمولے پر مبنی 3 درجہ بندیوں کی بجائے مخصوص شرح پر مبنی 2 درجات کی تجویز ہے۔

(19) ہوا شامل کئے ہوئے مشروبات کی صنعت کو ان کی استعداد کی بناء پر یا فکسڈ ٹیکس ادا کرنے کی اجازت دینے کی تجویز دی جاتی ہے۔ اس سے نہ صرف انہیں سہولت ملے گی بلکہ انہیں قومی خزانے میں ایک کثیر رقم جمع کرانے میں مدد ملے گی۔ اس سے بدعنوانی کا خاتمہ ہو گا اور نظام کو مزید شفاف اور واضح بنایا جا سکے گا۔ اس سے صنعت کو وسعت دینے کی بھی ترغیب ملے گی۔ اس نئے نظام کے نفاذ کے لئے نوٹیفکیشن جلد جاری کیا جائے گا۔

کسٹمز

جناب سپیکر!

53۔ مجھے کہنے دیجئے کہ پاکستان میں درآمدات کا نظام پچھلی کئی دہائیوں سے تخصیصی چھوٹ اور رعایتوں کے ایک پیچیدہ سلسلے سے دوچار ہے۔ ہر سال اس چھوٹ کی وجہ سے قومی خزانے کو 100 ارب روپے کا نقصان ہوتا ہے۔ آج کی آزاد تجارت اور یکساں مواقع کی دنیا میں یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ ہمیں SRO کلچر کا خاتمہ کر کے ایک سادہ ٹیکس اور محصولات کے نظام کو اپنانا ہو گا۔

54۔ اس دیرینہ مسئلہ کے حل کے لئے چیئرمین FBR کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے۔ یہ کمیٹی محصولات کو معقول بنانے اور رعایتی نظام کو کم سے کم کرنے کے لئے تمام

stakeholders سے مشاورت کے بعد اپنی رپورٹ مکمل کر کے سفارشات ECC کو پیش کرے گی۔

55۔ پورے ملک میں بجلی کی کمی ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے۔ بجلی کی پیداوار اور سپلائی بڑھانے کے لئے جہاں دیگر متعدد اقدامات کئے جا رہے ہیں وہیں دوبارہ قابلِ استعمال توانائی کے استعمال پر منتقلی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس ضمن میں موجودہ بجٹ میں متعدد ایسے اقدامات تجویز کئے جا رہے ہیں جن سے متبادل توانائی کے ذرائع استعمال کرنے کی حوصلہ افزائی ہو گی۔ ان میں شمسی اور پوّن توانائی کی مشینری کی ڈیوٹی فری درآمد کے طریقہ کار کو آسان بنانا شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ توانائی کی بچت کے آلات جیسے انرجی سیونگ ٹیوبز، شمسی توانائی سے چلنے والے پانی کے پمپس وغیرہ کو بھی مستثنٰی کیا جا رہا ہے۔

56۔ موجودہ اقتصادی صورتحال کے باوجود پاکستان کے تکلیف میں مبتلا عوام کو ہر ممکن سہولت پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ صاف پانی کی فراہمی ہر پاکستانی کا بنیادی حق ہے۔ پانی کے ذریعے پھیلنے والی بیماریوں کے صاف پانی کے ذریعے تدارک کے لئے پانی کی فلٹریشن کے سامان پر کسٹم ڈیوٹی کی شرح کم کی جا رہی ہے۔

57۔ درآمد شدہ POL مصنوعات کا توانائی حاصل کرنے کے بڑے ذریعے کے طور پر استعمال نے نہ صرف درآمد کا خرچ بڑھا دیا ہے بلکہ ماحول پر بھی ایک منفی اثر مرتب کیا ہے۔ چنانچہ متبادل توانائی کا بہتر استعمال کرنے والی Hybrid برقی گاڑیوں کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے تجویز دی جاتی ہے کہ 1200cc تک Hybrid Electric Vehicles کو ڈیوٹی اور ٹیکس سے مستثنٰی قرار دیا جائے۔ 1201cc سے 1800cc تک ڈیوٹی اور ٹیکس میں 50% تک رعایت جبکہ 1800cc سے 2500cc تک کے لئے 25% رعایت تجویز کی جاتی ہے۔

58۔ چھالیہ اور پان کے پتے صحت کے لئے مضر ہیں۔ ان کے استعمال کی حوصلہ شکنی کے لئے ان دونوں اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی میں اضافہ تجویز کیا جاتا ہے۔

جنابِ سپیکر!

59۔ تجویز کردہ ٹیکس اقدامات ملک کی معاشی صورتحال کے پیشِ نظر نہایت اہم ہیں۔ ان سے ہمیں مالی خسارے سے نکلنے اور بیرونی امداد پر انحصار ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ لہذا خود کفالت کی طرف یہ ایک اہم قدم ہو گا۔

حصہ سوم

نوجوانوں کے لیے نئے پروگرام

جناب سپیکر!

60۔ وزیراعظم صاحب نے ہماری الیکشن Campaign کے دوران نوجوانوں کی فلاح کے لیے کام کرنے کا پختہ وعدہ کیا تھا۔ ہماری آبادی کے تمام طبقات میں سے نوجوان وہ طبقہ ہے کہ جن کو کبھی مایوسی اور نا اُمیدی کا شکار نہیں ہونے دیا جا سکتا۔ہم نے اپنے وعدے کی تکمیل کے لیے مندرجہ ذیل پروگراموں کی تشکیل دی ہے:۔

(1) **وزیراعظم کا یوتھ ٹریننگ پروگرام (PM's Youth Training Program):**
مستقبل کے لحاظ سے نوجوانوں میں سب سے زیادہ غیر محفوظ وہ نوجوان ہیں کہ جنہوں نے 16 سالہ تعلیم حاصل کی لیکن اُن کو کوئی اچھی نوکری نہ مل رہی ہو،

صرف اس وجہ سے کہ اُن کے پاس تجربہ اور ٹریننگ نہیں ہے۔ وزیراعظم صاحب کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ حکومت اِن پڑھے لکھے نوجوانوں کا ہاتھ تھام کر اِن کی زندگی میں یقینِ محکم دے۔اِسی لیے اُنہوں نے یہ ہدایات دی ہیں کہ اِن نوجوانوں کے لیے حکومتی دفاتر، سرکاری کارپوریشنوں اور دیگر حکومتی مراکز میں ایک جامع سکیم ترتیب دی جائے ۔ وہ تمام نوجوان جنہوں نے 16 سالہ تعلیمی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے اور جن کی عمر 25 سال سے کم ہے وہ اِس سکیم میں شمولیت کے حقدار ہوں گے۔ اس سکیم کے تحت ایک سالہ ٹریننگ پروگرام ترتیب دیا جائے گا کہ جس کے دوران یہ نوجوان 10ہزار روپیہ ماہانہ وظیفے کے حقدار ہوں گے۔ وزارتِ تعلیم ٹریننگ اور اعلیٰ تعلیمی معیار اس سکیم کو عملی جامہ پہنائے گی۔سکیم کے تحت دلچسپی رکھنے والے نوجوان On-line اپنی اپنی درخواستیں جمع کروائیں گے۔ اور اُن کی تعلیمی اسناد کی تصدیق بھی HEC بھی On-line ہی کرے گی۔ مجھے یقین ہے کہ اِس سکیم کے ذریعے نوجوانوں کو بہت کارآمد ٹریننگ اُن کے گھروں کے نزدیک دی جائے گی کہ جو اُن کے لیے ملازمت کا حصول آسان بنا دے گی۔

(2) **وزیراعظم کا نوجوانوں کے لیے ہنر سکھانے کا پروگرام (PM's Youth Skills Development Program):** اس پروگرام کے تحت 25 سال سے کم عمر اور کم سے کم مڈل پاس 25,000 نوجوانوں کو ملک بھر کے 25 مختلف ہنر سیکھنے کا موقع دیا جائے گا۔ National Vocational & Technical Training Commission (NAVTTC) صوبائی TEVTA کے ساتھ مل کر اِس سکیم کا انتظام کرے گی۔ اس سکیم کے تحت منتخب نوجوانوں کو 6 مہینے کے لیے ہنر سکھایا جائے گا۔ جس کی فیس حکومت ادا کرے گی۔ اس سکیم کے تحت وہ ہنر قابلِ ترجیح ہوں گے جن کی مانگ بیرونی ممالک میں زیادہ ہے۔یا وہ کہ جن کے

ذریعے نوجوانوں کے self employment کا موقع ملے۔

(3) **چھوٹے کاروباری قرضوں کی سکیم(Small Business Loan Scheme):** اس سکیم کے تحت نوجوانوں کو چھوٹے کاروبار شروع کرنے کے لیے قرضوں کی سہولت مہیا کی جائے گی۔ قرضوں کی حد ایک لاکھ سے 20لاکھ روپے تک ہو گی اور مارک اَپ (Mark-Up) 8 فیصد ہو گا اور بقایا حکومت خود ادا کرے گی۔ابتدائی ایک سال میں 50ہزار نوجوانوں کو قرضے مہیا کیے جائیں گے۔

(4) **وزیراعظم کی لیپ ٹاپ سکیم:** نوجوانوں کی Information & communication technology تک رسائی کو فروغ دینے کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے ذہین نوجوانوں کو لیپ ٹاپ مہیا کیے جائیں گے۔ وہ تمام طالب علم جو کہ کسی بھی HEC کی منظورشدہ یونیورسٹی یا تعلیمی ادارے میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہوں گے، اس سکیم میں شامل ہونے کے حقدار ہوں گے۔ لیپ ٹاپ کو مہیا کرنے کا معیار HEC ترتیب دے گی۔کہ جس کا اعلان بہت جلد کر دیا جائے گا۔

(5) **کم ترقی یافتہ علاقوں کے طالب علموں کے لیے فیس ادائیگی کی سکیم (Fee Payment Scheme for Students of Less Developed Areas):** اس سکیم کے تحت کم ترقی یافتہ علاقوں کے وہ طالب علم جو کہ کسی پبلک سیکٹر یونیورسٹی میں Master's یا Doctorate کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اُن کو حکومت کی طرف سے ٹیوشن فیس کی ادائیگی کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ اس وقت یہ سہولت بلوچستان، فاٹا اور گلگت بلتستان کے طالب علموں کو حاصل ہے۔ کوئی ایسی وجہ نہیں ہے کہ یہ سہولت دیگر پسماندہ علاقوں تک نہ پھیلائی جائے۔ جیسا کہ اندرونِ سندھ اور جنوبی پنجاب کی ملتان، بہاولپور اور ڈی جی خان ڈویژنز جو کہ یکساں طور پر پسماندہ ہیں۔ چنانچہ اگلے مالی سال سے اِن

علاقوں کے طالب علموں کو بھی حکومت کی طرف سے ٹیوشن فیس کی ادائیگی کی سہولت میسر ہو گی۔

(6) **وزیراعظم کی Micro Finance سکیم:** اس سکیم کے تحت ہمارے مرد اور خواتین کو بہت چھوٹے کاروبار شروع کرنے کے لیے بہت چھوٹی مقدار کے قرضے فراہم کیے جائیں گے۔ اس سال 5 ارب روپے کی لاگت سے قرضِ حسنہ کی یہ سکیم شروع کی جا رہی ہے جو کہ بلا مارک اَپ ہو گی۔ یہ قرضے مختلف Micro Finance مہیا کرنے والے اداروں کے ذریعے فراہم کی جائے گی۔جن میں اخوت،NRSP اور صوبائی RSPs شامل ہیں۔ اس سکیم سے استفادہ حاصل کرنے والوں میں 50 فیصد خواتین ہوں گی۔

(7) Prime Minister's Housing Finance Scheme: اس سکیم کے تحت Mortgage کا تناسب 15 لاکھ سے 50 لاکھ روپے تک ہو گا جو کہ 8 فیصد مارک اَپ پر دیا جائے گا۔ اور بقیہ مارک اَپ حکومت خود برداشت کرے گی۔ 50 ہزار لوگوں کو اس سکیم سے فائدہ حاصل ہو گا۔

بہتر طرزِ حکمرانی

جناب سپیکر!

61۔ اس سے پہلے کہ میں پہلے حصے کی بجٹ تجاویز مکمل کروں میں ایک تاریخی فیصلے کا اعلان کرنا چاہتا ہوں جو جناب وزیراعظم محمد نواز شریف نے کیا ہے۔اس کا تعلق عوامی نمائندوں کی سفارش پر کی جانے والی ترقیاتی سکیموں سے ہے۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ اس سلسلے میں دو پروگرام چل رہے تھے یعنی PWP-I اور PWP-II ۔ PWP-I ایک قدیم پروگرام ہے اور اس پر عملدرآمد سے متعلق واضح اصول وضع کیے گئے ہیں۔ اور اس کے ذریعے بلا امتیاز تمام عوامی نمائندوں کو چھوٹی

چھوٹی ترقیاتی سکیموں سے متعلق سفارشات دینے کا حق ہوتا ہے۔ یہ پروگرام جاری رہے گا اور اس کا نیا نام تعمیرِ وطن پروگرام ہو گا جو بالکل غیر سیاسی ہو گا۔ دوسرا پروگرام بغیر کسی اصول اور ضابطے کے چل رہا تھا جس میں صرف اور صرف وزیراعظم کی ذاتی صوابدید پسند اور نا پسند کا دخل تھا۔ پہلے پروگرام کے لیے 5ارب روپے مختص تھے جبکہ اس سال دوسرے پروگرام میں ابتداً 22 ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن پھر اسے بڑھا کر 47 ارب روپے کر دیا گیا۔اور بلآخر یہ 42 ارب روپے کے اخراجات پر اس سال ختم ہو رہا ہے۔ اتنی خطیر رقم بغیر کسی قسم کے اصولوں کو وضع کیے خرچ کرنا اچھے طرزِ حکمرانی کے خلاف ہے۔ ہم بہتر طرزِ حکمرانی کا عوام سے وعدہ کر کے اس ایوان میں آئے ہیں۔ لہٰذا یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس نوعیت کے اخراجات کا فی الفور خاتمہ ہو اور اس سے بچنے والے وسائل عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بہتر منصوبوں پر خرچ کیے جائیں۔ لہذا وزیراعظم صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ PWP-II کی طرز کا پروگرام ختم کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر!

62۔ یہ فیصلہ اُس نئے طرزِ حکومت کا مظہر ہے جو ہماری حکومت اس ملک کو عزت اور افتخار کے ساتھ دنیا میں آگے لے کر جانے کے لیے اپنائے گی۔

63۔ حالیہ دنوں میں قوم کے سامنے یہ افسوسناک بات آئی ہے کہ سیکریٹ سروس اخراجات کے نام پر وزراتوں اور محکموں کی ایک طویل فہرست ہے جو ایسے اخراجات سے متعلق آڈٹ کے دائرہ کار سے بالا ہے۔ حالانکہ یہ غیر معمولی استثنٰی صرف اور صرف قومی سلامتی سے وابستہ ایجنسیوں کے لیے وضع کیا گیا تھا۔ ہم نے فوری طور پر اس صورت حال کا نوٹس لیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس طرح کا کوئی بھی خرچہ قومی سلامتی سے وابستہ ایجنسیز کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اس ضمن میں وزارتِ خزانہ نے گذشتہ روز باضابطہ ہدایات جاری کر دی ہیں جس کے تحت اس طرح کے تمام

اخراجات عمومی طور پر ختم کر دیے گئے ہیں اور جو بھی رقوم رہ گئی وہ واپس مانگ لی گئی ہیں اور اگلے مالی سال کے لیے ایسی تمام رقوم منسوخ کر دی گئی ہیں۔ اس ضمن میں قانون اور ضابطوں میں مطلوبہ ترامیم کی جا رہی ہیں۔

VVIP کلچر کی حوصلہ شکنی

64۔ 1997 میں وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے VVIPs کو ذاتی استعمال کے لیے پرتعیش گاڑیوں کی ڈیوٹی اور ٹیکس فری درآمد پر دی گئی چھوٹ واپس لے لی تھی۔نتیجتاً میرے اعلان کردہ Import Policy Order 1998 میں Import-Export Procedure کی انٹری نمبر 1.15 حذف کر دی گئی تھی جو کہ ایسی گاڑیوں کی درآمد کی اجازت دیتی تھی۔تاہم بدقسمتی سے 2005 میں اس شق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دوبارہ چھوٹ دے دی گئی۔ ہماری حکومت بغیر کسی رعایت کے گاڑیوں کی ایسی ڈیوٹی اور ٹیکس فری درآمد پر دوبارہ پابندی عائد کر رہی ہے۔

اخراجات میں کفایت شعاری کے اقدامات

جناب سپیکر!

65۔ ہم مشکل حالات سے گذر رہے ہیں لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ جس حد تک بھی ممکن ہو ہم اپنے اخراجات میں کمی کریں۔ کفایت شعاری کی خاطر ہم نئے بجٹ میں مندرجہ ذیل اقدامات اٹھا رہے ہیں۔

(1) ہماری نظر میں وقت کی اہم ترین ضرورت حکومت کے بے جا پھیلاؤ کو روکنا ہے۔لہٰذا وزیراعظم صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وزراء کی آئینی تعداد جو کہ 49 ہے، سے کم رکھیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم جس لمحے سے گذر رہے ہیں

اُس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم سادگی کفایت شعاری اور اخراجات میں کمی کا راستہ اپنائیں۔ اور یہی سوچ اس فیصلے کے پیچھے کارفرما ہے۔

(2) اخراجات میں کفایت شعاری کا عمل خود جناب وزیراعظم اپنے دفتر سے شروع کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اُنہوں نے اپنے دفتر کے لیے مختص رقوم میں خاطرخواہ کمی کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیراعظم آفس کے نظر ثانی شدہ اخراجات کے تخمینے جو 725 ملین روپے ہے اگلے سال کے بجٹ میں اُسے 45 فیصد کم کر کے 396 ملین روپے کر دیا گیا ہے۔یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ وزیراعظم ہاؤس سے متعلق تنخواہوں اور مراعات کے علاوہ دیگر اخراجات میں 44فیصد کی کمی کی جا رہی ہے۔

(3) سوائے واجب (Obligatory) اخراجات کے یعنی قرضوں کی واپسی، دفاع، سرکاری ملازمین کی تنخواہیں اور مراعات، سبسڈیز اور گرانٹس کے علاوہ تمام اخراجات پر وزیراعظم کے اعلان کے مطابق 30 فیصد کی کٹوتی کی جا رہی ہے۔جس سے 40 ارب روپے کی بچت ہو گی۔

(4) نئی کاروں کے خریدنے پر مکمل پابندی ہو گی سوائے ایسی گاڑیاں جو قانون نافذ کرنے والے ادارے اور ترقیاتی منصوبوں کے لیے ناگزیر ہوں گی۔

(5) وزراء کے لیے مختص صوابدیدی گرانٹ کوختم کر دیا گیا ہے۔

ریٹائرڈ سرکاری ملازمین اور عوام کے لیے مراعات

جناب سپیکر!

66۔ باوجودیکہ ہم اخراجات میں کفایت شعاری کو اپنا رہے ہیں۔ لیکن ہمیں ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی تکالیف کا احساس ہے۔ لہذا اُن کے لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اُن کی پنشن میں 10 فیصد اضافہ کیا جائے گا۔اور کم سے کم پنشن جس کی موجودہ شرح3000 روپے ہے اُسے بڑھا کر 5000روپے کر دیا گیا ہے۔

رمضان پیکیج

67۔ عوامی ریلیف کی خاطر ہم نے رمضان کے مقدس مہینے میں یوٹیلٹی سٹورز کے ذریعے اہم اشیاء کی قیمتوں میں رعایت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان اشیاء میں چینی، آٹا، چاول، گھی،تیل، دال چنا،بیسن، کھجوریں،مختلف مشروبات، دودھ، چائے اور متعدد مصالحہ جات شامل ہیں۔اس مقصد کے لیے ہم نے اگلے بجٹ میں 2 ارب روپے کی رقم مختص کی ہے۔

اختتامی کلمات

جناب سپیکر!

68۔ جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کی تھی کہ ہمیں ورثے میں ایک ٹوٹی پھوٹی معیشت مل رہی ہے لیکن ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس کی بحالی اور تعمیرِ نو کا چیلنج بالکل سامنے سے قبول کریں گے۔ ہم مسائل سے پہلوتہی کا راستہ نہیں اپنائیں گے۔ اور نہ ہی اپنے سروں کو ریت میں چھپائیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ عظیم مقاصد کو اُن کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور مشکلات کو عبور کیے بغیر حاصل کیا جا سکے۔لہٰذا ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ ہم نے ایک ایسے راستے کا انتخاب کیا ہے جو مصائب

اور مشکلات کا حامل ہے لیکن اگر اسے عبور کر لیا جائے تو ہماری منزل خوشحالی اور ترقی ہے، ایسی خوشحالی اور ترقی جو ممکنات کی دنیا اور ہم میں موجود استعداد سے مطابقت رکھتی ہو۔

69۔ مجھے ایسا ہی ایک سبق اپنے عظیم قائد محمد علی جناح کی زندگی میں نظر آتا ہے جب وہ اپنی صحت کو درپیش خطرات کو پس پشت ڈال کر ڈھاکہ پہنچے اور وہاں بڑھتی ہوئی اس بے چینی کو دور کیا جو ایک نوزائیدہ مملکت کو درپیش تھی۔ اپنی ایک طویل لیکن روح پرور اور ولولہ انگیز تقریر جو انہوں نے ایک بہت بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے 21 مارچ 1948ء کو کی۔ اس کے اختتام پر انہوں نے فرمایا:

> ''آخر میں، میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ یکجا ہو جائیں۔ تکالیف کو، قربانیوں کو اور مشکلات کو برداشت کریں۔ اپنے عوام کے اجتماعی مفاد کے لیے۔ مشکلات کی کوئی حد سخت محنت کی کوئی انتہا اور قربانیوں کا کوئی حصہ ملک اور ریاست کی مجموعی فلاح کے لیے کافی نہیں۔ صرف اسی طرزِ عمل پر چلتے ہوئے آپ کے لیے یہ ممکن ہو گا کہ پاکستان کو دنیا کی پانچویں بڑی ریاست بنا سکیں، صرف آبادی کے لحاظ سے نہیں، جیسا کہ ابھی ہے لیکن قوت میں۔ تاکہ اقوام عالم میں پاکستان عزت اور افتخار کا مقام حاصل کر سکے۔''

70۔ حیرت انگیز طور پر میں نے یہ دیکھا کہ علامہ محمد اقبال جو تصور پاکستان کے بانی ہیں، انہوں نے بھی ایک ایسا پیغام ہمارے لیے چھوڑا ہے۔ جب انہوں نے اپنے اس شعر میں ہماری صلاحیتوں اور استعداد کو بیان کیا ہے:۔

عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا

71۔ آیئے! ہم سب مل کر قائداعظم اور علامہ اقبال کے بتائے ہوئے راستوں پر سفر کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو گا۔

پاکستان پائندہ باد

☆☆☆